مڈل سکول

جاپان میں کل ۴۰ ضلع ہیں۔ ہرایک ضلع میں کم سے کم ایک سرکاری مڈل سکول ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کتنے ہی پبلک مڈل سکول ہیں۔ جہاں سرکاری قانون کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے مڈل سکول میں ودیارتھی پانچ برس پڑھنا پڑتا ہے۔ ان سکولوں میں جاپانی۔ چینی۔ انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمن وغیرہ زبانیں اور تاریخ جغرافیہ۔ حساب۔ علم موجودات۔ کیمسٹری علم ہیئت اپدارتھ ودیا پولیٹکل ایکانومی۔ ڈرائنگ (نقشہ کشی) ورزش جسمانی اور ایسی ہی دنیاوی کاروبار کے متعلقہ قواعد وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ دس سال پہلے کل جاپان میں ۲۲۰ مڈل سکول تھے ۱۹۰۲ء میں ان کی تعداد ۲۹۰ تک پہنچ گئی۔ ان میں ۳۴ غیر سرکاری سکول تھے۔ اس سال مڈل سکولوں میں ۱۰۲۳۰۴ ودیارتھی پڑھتے تھے۔ اور مڈل سکولوں کی تعلیم پر ۱۳۰۲۱۰۰ روپے خرچ ہوئے تھے۔

ہائی سکول

جو لوگ کالجوں میں پڑھنا چاہتے ہیں۔ انہیں تین برس تک ان سکولوں میں خاص خاص مضامین پڑھنے ضروری ہیں۔ کل جاپان [illegible]ٹھ سرکاری ہائی سکول ہیں۔ اس قسم کے سکول امریکہ اور یورپ [illegible]یں ہیں۔ ہر ایک سکول کی تین جماعت[illegible]

(۱) [illegible]ن لٹریچر

(۲) انجینئرنگ۔ زراعت اور سائنس

(۳) ڈاکٹری (علم حکمت)

[illegible]لجوں میں طالب علم حسب مرضی جو مضمون چاہے پڑھ[illegible]

تین سال میں آیات ن پر موٹا موٹا علم ہو جاتا ہے۔ ان سکولوں میں
وِدیارتھی کو۔ انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمن میں سے کوئی سی دو
زبانیں سیکھنی ضروری ہیں۔ مختلف ممالک کی زبانیں سیکھنے کے لئے
۲۴ غیر ملکی استاد ہیں سنہ ۱۹۰۳ء میں ۱۸۷۴ ودیارتھی تعلیم حاصل
کرتے تھے۔ اور ہائی سکولوں پر ۵۹۱۳۵۰ روپے خرچ ہوئے

امپیریل یونیورسٹی

یہ ہماری یونیورسٹیوں کی طرح نہیں ہے۔ ہر ایک یونیورسٹی میں
مختلف محکموں کا ایک ایک کالج ہے۔ یونیورسٹی کے سب کالج
ایک ہی جگہ پر قائم ہیں۔ صرف مکان کے لحاظ سے ایک زراعتی
کالج ہی شہر کے ایک کونے میں بنایا گیا ہے۔ علیحدہ علیحدہ محکموں
کے کالجوں کو چھوڑ کر یونیورسٹی کے درمیان میں ایک ہال ہے۔
اس میں جدا جدا مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے

لائق گریجوایٹ وہاں کئی ایک علمی مضامین کی چرچا اور پڑتال
کیا کرتے ہیں۔ جو آدمی کوئی نئی، ترمیم یا اصلاح کرتا ہے۔ اس کو ڈگری
بھی ملتی ہے۔ سرکاری تین یونیورسٹیاں ہیں۔ دو لڑکوں کے لئے
اور ایک لڑکیوں کے واسطے۔ لڑکوں کی ایک یونیورسٹی کیوٹو میں ہے
اور دوسری دونوں ٹوکیو میں۔ ان کے علاوہ اور دو پبلک یونیورسٹیاں
ہیں۔ ٹوکیو میں ( ) قانون۔ لٹریری۔ انجینیرنگ۔ زراعت
سائنس اور ڈاکٹری کے کالج ہیں۔ کیوٹو میں زراعتی کالج کے سوا
اور سب قسم کے کالج ہیں

(Yesso Island) پہلے جاپان کے شمالی جزیرہ ہوکائی دو
[illegible] قبائلیوں کے لوگ رہا کرتے ہیں۔ سرکار نے بعد [illegible] کے

رہنے کے لئے جگہ جگہ پر شہر آباد کر دئے ہیں۔ چھاپورہ اس جزیرہ کا
دارالسلطنت ہے۔ ۱۸۷۶ء میں سرکار نے اس شہر میں جاپان میں سب سے پہلا
امپیریل زراعتی کالج قائم کیا اس کے آٹھ نو برس بعد جاپان میں
بہت سے کالج قائم ہو گئے۔ اضلاع متحد امریکہ کے ماسیچوسٹیٹ
(Massachu state) کے زراعتی کالج کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر
ولیم سمتھ کلارک چھاپورہ زراعتی کالج کے پہلے پرنسپل ہو کر آئے۔ اور
اور بھی کئی امریکن پروفیسروں کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ مسٹر کلارک
نے ٹھیک امریکہ کے طریقہ پر تعلیم شروع کی۔ یہ امپیریل زراعتی کالج
ہی جاپان میں سب سے زیادہ مشہور زراعتی کالج ہے۔ اب وہاں
ایک بھی بدیشی پروفیسر نہیں ہے۔ اس کالج میں اب ۱۵ پروفیسر
۱۳ اسسٹنٹ پروفیسر اور ۹ لیکچرار اور ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ تمام پروفیسر
یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں کے سند یافتہ ہیں۔ ۱۵ پروفیسروں
میں سے ۵ جرمنی اور امریکہ کے ڈاکٹر آف سائنس (D.S.C)
ہیں۔ جاپان میں پہلے بدیشی پروفیسروں کو لا کر ہی سب کالج کھولے
گئے تھے۔ لیکن آجکل تمام جاپان میں دس سے زیادہ بدیشی پروفیسر
نہ ہونگے۔

ڈائرکٹر صاحب نے کئی ایک ملکوں کے کالجوں کے ساتھ اپنے
کالجوں کا مقابلہ کر کے یہ چٹھی شائع کی ہے

"جاپانی یونیورسٹی ہر طرح سے یورپ اور امریکہ کی مشہور اور نامی
یونیورسٹیوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اور اس کا تعلیمی معیار بھی ویسا ہی
اعلےٰ ہے"

[illegible] یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ مختلف [illegible]

ڈائرکٹروں کے ساتھ وچار کرکے کالجوں کا مناسب انتظام کرتے ہیں
ٹوکیو کالج میں ۱۰۰ پروفیسر ہیں۔ کیوٹو میں اس سے کچھ کم اس کے
علاوہ اسسٹنٹ پروفیسر اور ڈیمانسٹریٹر (Demonstrator)
بھی بہت سے ہیں۔

قانون اور ڈاکٹری کے کالجوں میں چار برس پڑھنا پڑتا ہے۔ اور
دوسرے کالجوں کی تین ہی سال میں پڑھائی ختم ہوجاتی ہے۔
سنہ ۱۹۰۳ء میں صیغہ کالج میں ۴۰۷۶ ودیارتھی تھے۔ کالجوں
کے لئے اُس سال سرکار کا ۵۴۵۴۷۳۵۷ روپیہ خرچ ہوا۔ یونیورسٹی
قائم ہونے کے وقت سے لے کر سنہ ۱۹۰۳ء تک ۵۵۰۰ ودیارتھیوں نے
گریجوایٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اب ۵۰۰ سے زیادہ ودیارتھی ہر سال
یونیورسٹیوں اور کالجوں سے گریجوایٹ کی ڈگری حاصل کرتے ہیں

لا کالج

تین سال تک قانون پڑھ کر امتحان پاس کرنے سے "ہوگا
کشی" کی ڈگری ملتی ہے۔ ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی طرح جاپان
میں ۲۰ یا ۲۵ فیصدی ودیارتھی ہی پاس نہیں ہوتے خاص لیاقتی امتحان کو
چھوڑکر عموماً ۹۹ فیصدی طالب علم امتحان پاس کرلیتے ہیں۔ اگر کوئی
ودیارتھی جسمانی تکالیف کے باعث قاعدہ کے بموجب کالج میں حاضر
نہ رہ سکتا ہو۔ تو اس کو دوبارہ ایک سال کالج میں حاضر رہنے پر
گریجوایٹ کی ڈگری مل سکتی ہے۔

کالجوں میں عملی تعلیم کی وجہ سے اچھی طرح سے واقفیت ہوجاتی ہے
ہوگا کشی ہونے پر وکیل بنتے ہیں۔ کوئی لوئی "ہوگا کشی" ملکی امتحان
(State Exam) پاس کرنے پر ہوگا کشی کی ڈگری

حاصل کرتے ہیں "توہوگاکشی" ہونے پر کوئی جج اور کوئی گورنمنٹ سفیر کا کام کرنے لگتے ہیں ÷

ڈاکٹری کالج

جاپان میں ۹ قسم کے کالج ہیں۔ مثلاً (۱) سول (۲) بحری (۳) میکانیکل (Mechanical) (۴) متعلقہ سامان حربہ (۵) برقی (۶) حفظان صحت (۷) گولا بارود (بھک سے اڑ جانیوالی اشیا) (Explosive) (۸) رسائن وڈیا (کیمسٹری) (۹) معدنی اشیا سے واقفیت اور کانیں کھودنے کا علم سکھانیوالا کالج ۔انجنیئر لوگوں کو "کوگاکشی" کی ڈگری ملتی ہے۔ جاپانی لوگوں نے انجینرنگ وڈیا میں غیر معمولی کمال حاصل کیا ہے۔ جاپان میں انجن اور لڑائی کے جہاز وغیرہ سب وہاں ہی تیار ہوتے ہیں۔

لٹریری کالج

یہاں جاپانی ۔چینی ۔ انگریزی ۔ فرانسیسی ۔جرمن لٹریچر اور گرامر اور مختلف ملکوں کی تاریخ لٹریچر اور . . . . علم ادب وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کا امتحان پاس کرنے پر "بان گاکشی" کی ڈگری ملتی ہے

سائنس کالج

اس کالج میں حساب ۔ علم جوتش ۔علم موجودات ۔کیمسٹری (علم کیمیا ۔رسائن) ودیگر مختلف علوم خواصۃ الاشیاوانی اور علوم طبقات الارضیہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

زراعتی کالج

ہندوستان میں زراعتی کام کے لئے بہت ہی وسیع میدان ہے جاپان بھارت ورش سے بہت چھوٹا ہے مگر جاپان ...

بہتری کے لئے جن طریقوں کو عمل میں لایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ان کا مطلق خیال نہیں ہے۔ جاپانی لوگ پتھریلی زمینوں میں ہماری نسبت تگنا اناج پیدا کرتے ہیں۔ ہندوستانی لوگ کئی طرح کی روکاوٹیں بتلاکر صنعت وحرفت سے مایوس ہو بیٹھے ہیں۔ اور زراعت کی اُنتی کے وشئے میں بھی کوتاہی ہی کرتے ہیں۔ جاپان میں زراعتی کاموں کے لئے کئی طرح سرکار امداد کرتی ہے۔ تین سو ماہران زراعت طرح طرح کے اپدیش دیتے ہوئے تمام جاپان میں گھومتے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ زمین، اور اس کی ماہیت کا امتحان کرتے ہیں۔ درختوں کی بیماریوں کا علاج بھی بتلاتے ہیں۔ ہر ایک ضلع میں ایک ایک نمونہ کا زراعتی کھیت ہوتا ہے۔ زراعتی کاموں پر سرکار بے حد روپیہ خرچ کرتی ہے یہ ممکن ہے۔ کہ ہندوستان کی گورنمنٹ ہندوستان کی زراعتی بہتری کے لئے اتنی کوشش نہ کرسکے۔ مگر دیسی راجے مہاراجے اور زمیندار اگر اپنے اپنے علاقوں میں زراعت کی بہتری کے لئے تھوڑی بہت کوشش بھی کریں تو ایک طرح سے زراعتی کاموں میں ہی کئی ایک ملکوں کی صنعت وحرفت سے گوئے سبقت لے جاسکتے ہیں۔ اب بھی ہمارے دیش سے جس قدر چاول۔ سن۔ کپاس۔ دوسرے ملکوں کو بھیجے جاتے ہیں۔ وہ مقدار میں کم نہیں ہیں مگر سائنٹفک طریقوں سے زراعت کا پربندھ کرنے پر اس سے بھی زیادہ اُنتی ہوسکتی ہے

جاپان کے زراعتی کالج کے چار حصے ہوتے ہیں (۱) علم زراعت (۲) زراعت کے متعلق کیمیائی تعلیم (۳) جنگلوں کے متعلق زراعتی تعلیم (۴) پشوؤں (مویشیوں) کا علاج پہلے دو حصوں میں پاس ہونے پر لوگ [illegible] ہے۔ جگہ جگہ پر دو یا تین دن کی تعلیم کے لئے

کھیتی والی آباد زمین اور بن ہیں - ایک کالج کی زیر کاشت زمین اور بن کی پیمائش ۱۵۶۷۴ اور ۱۳۰۰۳۰ ایکڑ ہے - اس قسم کے جاپان میں دو زراعتی کالج ہیں

یونیورسٹی کہنے سے جاپان میں مراد کئی ایک کالجوں سے ہوتی ہے سکول یونیورسٹی میں شامل نہیں ہیں -

نارمل سکول

نارمل سکول دو قسم کے ہوتے ہیں - ادنےٰ اور اعلےٰ - ادنےٰ نارمل سکول میں پرائمری سکولوں کے اُستاد اور اعلےٰ نارمل سکول میں ٹڈل سکولوں کے ادھیاپک پڑھتے ہیں - مردوں کو چار برس اور عورتوں کو تین برس تک پڑھنا پڑتا ہے - طریقہ تعلیم وہاں پر بھی وظائف دے کر اسی طرح سکھلایا جاتا ہے - جیسا کہ یہاں مروّج ہے - نارمل سکولوں میں عورتوں کو کئی مضامین کے علاوہ سلائی کرنا - بھوجن بنانا اور طرح طرح کے امور خانہ داری کی تعلیم دی جاتی ہے - ہر ایک ضلع میں کم سے کم ایک نارمل سکول قائم ہے - لڑکے اور لڑکیوں کی الگ الگ جماعتیں ہیں - بعض بعض ضلعوں میں سکول ہی الگ الگ ہیں - نارمل سکول کے ودیارتھیوں کا خرچ سرکار ہی ادا کرتی ہے - سکول کی تعلیم ختم ہونے پر حسب دستور تنخواہ پر ان کو پرائمری سکول میں ملازمت کرنی پڑتی ہے - لوئر پرائمری سکول کیواسطے ۱۰ سال تک اپر پرائمری سکولوں کے لئے ۷ سال تک اور استری سکول کے لئے ۵ سال تک نوکری کرنی لازمی ہے

جاپان میں ۴۵ ادنےٰ نارمل سکول ہیں - جن میں ۱۱۹۰۰ لڑکے

اور ... لڑکیاں ہیں ... میں ان سکولوں کے لئے ...

روپے خرچ ہوئے۔ اعلےٰ نارمل سکول پہلے صرف ٹوکیو میں ہی تھا۔ ۱۹۰۲ء
میں "شوشما" میں ایک اور سکول کھولا گیا۔ ۱۹۰۳ء میں سرکار نے
دونوں اعلےٰ نارمل سکولوں کے لئے ۸۸۲۶۰ روپے خرچ کئے۔

اوپر بیان کردہ سکولوں اور کالجوں کے علاوہ ۵ ڈاکٹری سکول ایک
ودیشی زبانوں کا سکول ایک صنعتی اور ایک سنگیت ودیالیہ تھوڑے ہی
دنوں سے جاری ہوئے ہیں۔ اچھے اچھے ادر ودیشیوں کے لئے اور الگ الگ
سکول ہیں۔ جاپان میں اس قسم کے ۵۷ سکول ہیں۔ جن میں سے ۴۵ غیر
سرکاری ہیں۔ ان سب سکولوں میں اس وقت ۱۴۵۷۳ ودیارتھی پڑھتے
ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں ان کے لئے ۹۷۹۵۷۵ روپیہ خرچ ہوئے تھے۔

ٹیکنیکل سکول

ٹیکنیکل سکولوں کی وجہ سے ہی اس قدر قلیل عرصہ میں جاپان
نے اتنی ترقی کی ہے۔ ۱۹۰۲ء میں جاپان میں ۹۲۳ ٹیکنیکل سکول
تھے۔ اور ان میں ۵۶۶۴۳ ودیارتھی پڑھتے تھے۔ اس سال ٹیکنیکل
سکولوں پر ۳۴۲۳۲۱۰ روپے خرچ کئے گئے۔

ان ہی دو سالوں کے اندر ٹیکنیکل سکولوں کی تعداد اور بھی بہت
بڑھ گئی۔ ٹیکنیکل ہائی سکول جاپان میں ۷ ہیں۔ ان میں سے ۲ زراعت
کے لئے ۲ بیوپار کے لئے اور تین مختلف قسم کی دستکاریوں کیواسطے ہیں۔
ان ہائی سکولوں میں ۱۹۰۳ء میں ۲۷۹۲ ودیارتھی تعلیم پاتے تھے۔
اور ان پر ۱۲۰۷۲۰ روپے خرچ ہوئے تھے۔ ان میں سے سرکار نے
۴۸۰۰۰ روپے امداد دی تھی۔

۱۹۰۲ء میں متذکرہ بالا کالجوں اور سکولوں کے سوا اور مختلف اقسام
[illegible] سکول تھے۔ جنکا بہت بڑا حصہ صرف عوام کے سہارے سے

ہی چل رہا ہے۔ سرکار کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ۱۵ ودیالیہ اندھوں
بہروں اور گونگوں کے لئے ہیں۔ اور پچاس لائبریریاں مختصر یہ کہ تعلیم
کے ساتھہ ساتھہ جاپان میں سب قسم کی انتی وترقی ہو رہی ہے۔ "مددگار
طلبا" نامی کئی ایک سبھائیں جاپان میں قائم ہیں۔ ان سبھاؤں میں غریب
اور مفلس ودیارتھیوں کی تعلیم کا پربندھ ہوتا ہے۔ جب وہ پڑھ لکھہ
کر دھن کمانے لگتے ہیں۔ تو وہ اپنا قرضہ بے باق کر دیتے ہیں۔ یعنی
جس سبھا سے انہوں نے تعلیم کیواسطے روپیہ لیا تھا۔ اُن کو ادا کر
دیتے ہیں۔ بعض سبھائیں کچھہ سود بھی لیتی ہیں۔ اور بعض کچھہ سود
نہیں لیتیں۔

ملٹری سکول

فنون جنگ کیواسطے بھی بہت سے سکول ہیں۔ کتنی ہی جگہوں
پر لڑائی اور جیو جتسو (Jiu Jitsu) جاپانی اصولات جنگ)
سکھانے کے کلب ہیں۔ شہر کیوٹو میں ایک کلب ہے۔ جس کے
ممبروں کی تعداد ۵۵۰۰۰ ہے۔ بارہی بار وہ لوگ ہفتہ میں
دو دو دن دو فوجیں بن کر گولا بارود اور بندوق تلوار وغیرہ سے علوم
جنگ سیکھا کرتے ہیں۔ وہ لوگ پرے باندھ کر فوج سجا کر پریڈ
کرتے ہیں۔ اور قومی گیت گاتے ہوئے جھنڈوں سے اشارے
کرتے ہوئے بگل بجاتے ہوئے کسی کمین گاہ میں قیام پذیر ہوتے
ہیں۔ ایک فریق دوسرے پر دھاوا کرتا ہے۔ ہار جیت ہونے پر
فتح مند گروہ مفتوح گروہ کو قید کر لیتا ہے۔ پھر فتحیاب سپاہ سالار
مفتوح گروہ کو اپنی فیاض دلی سے رہا کر دیتا ہے۔ جاپان کے
بہت سے مقامات پر بہت سے چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں۔ ایک [illegible]

پر چڑھ کر کاغذ کا قلعہ بناتا ہے۔ دوسرا اُس پر چڑھائی کرتا ہے۔ اس پر دونوں فریقوں میں گھور یُدھ ہوتا ہے۔ پٹاخوں کی بندوق اور بانس کی لاٹھیاں ان کے ہتھیار ہوتے ہیں۔ فرضاً نیچے والا گروہ اوپر والے گروہ پر فتح پا لیتا ہے۔ اور قلعے پر اپنا قبضہ جما لیتا ہے کبھی کبھی قلعے میں آگ بھی لگا دی جاتی ہے۔ دو ایک بڑے آدمی بھی لڑکوں کی لڑائی کا انتظام کرنے کے واسطے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جاپان میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان مصنوعی جنگوں میں تکالیف برداشت کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور وقت پڑنے پر اپنے دیش اور راجا کی اچھی طرح سہایتا کر سکتے ہیں۔

تعلیم نسواں

(استری سکشا) بھارت ورش میں استری سکشا کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ استری سکشا سے دیش کا اُپکار ہوگا۔ اور کوئی اس کے وِرودھ رائے ظاہر کرتا ہے۔ مگر جاپان میں استری سکھشا نے جو نتائج پیدا کئے ہیں۔ ان کو بہت ہی اچھا خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارے دیش کی استریوں کی طرح وہاں کی مستورات اندھکار میں ڈوبی ہوئی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے طفیل وہاں دیش کے بہت سے کام نکلتے ہیں۔ بہت سے سکولوں کو صرف استریاں ہی چلاتی ہیں ان کی سبھا سمتیاں بھی بہت ہیں۔ کتنی ہی عورتیں اخبارات نکالتی ہیں۔ ڈاکخانہ۔ ریل اور سوداگروں کے دفتروں میں بہت سی استریاں نہایت اعلےٰ لیاقت سے کام چلا رہی ہیں۔ معمولی دوکاندار بھی عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ معمولی کارخانوں اور دفتروں میں جاتے ہیں اور عورتیں ہی دوکانداری کا کام کرتی ہیں۔ کوئی کوئی عورت ہی گھر میں

بھی بیکار نہیں بیٹھتی۔ سب کو اپنے اپنے کام کی دھن لگی رہتی ہے۔ اور وہ دیش کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہو رہی ہیں۔ مگر ہندوستان میں حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔

سنہ ۱۹ تک استریوں کے لئے کوئی یونیورسٹی نہ تھی۔ مگر سنہ ۱۹ کے اپریل میں کالج قائم ہوا۔ اور یونیورسٹی بھی بنائی گئی۔ سنہ ۱۹۰۳ میں ۱۲۰ استریاں پہلے پہل گریجوایٹ ہوئیں۔ سنہ ۱۹۰۷ میں استریوں کے ۱۵۰ ہائی سکول تھے۔ ان سب سکولوں میں اُس سال ۱۷۵۴۰ لڑکیاں پڑھتی تھیں اس وقت ان پر کل خرچ ۱۱۹۷۲۳۹۵ روپے ہوئے تھے

جاپان میں سنہ ۱۸۷۱ میں سب سے پہلے استری سکھشا کا پربندھ ہوا اور اسی سال تعلیم کے واسطے استریاں امریکہ روانہ کی گئیں۔ وہ بہت عرصہ وہاں رہ کر تعلیم حاصل کر کے واپس جاپان چلی آئیں۔ ان میں سے ایک وڈیڈ ہائرل اور لیو اور ایک مارشل مارکوئیس دیبیاز کی دھرم پتنی تھیں۔

بہت سی جاپانی تعلیم یافتہ عورتیں منگولیا۔ سیام اور چین میں معلمہ کا کام کرتی ہیں۔ مس یاسوئی نامی ایک جاپانی استری کو سیام کی رانی نے جاپانی معلمہ بنا رکھا ہے۔ اس نے انگلینڈ میں تعلیم حاصل کی ہے۔

صرف ٹوکیو شہر میں ہی لڑکیوں کیلئے ڈاکٹری دایہ پن۔ ٹیکنیکل۔ زراعت بیوپار۔ مصوری اور سنگیت وغیرہ کے سو سے سکول ہیں۔ ان میں سے ۲۰ سکول صرف استریوں کے ہاتھ سے ہی چلتے ہیں۔ غیر ملکی مشنریوں نے بھی ٹوکیو۔ یوکوہامہ۔ ناگویا۔ اوساکا۔ کوبو اور کیوٹو وغیرہ شہروں میں بہت سے سکول قائم کر دیئے ہیں۔

(۱) وانتواسپتال یعنی جاپانی استریوں کی تعلیمی سبھا

(۲) بیماروں کی تیمارداری کی خاص سبھا

(۳) شیر خوار بچوں کی پرورش کرنیوالی سبھا

(۴) مجلس حفظانِ صحت مستورات

(۵) یتیم لڑکیوں کے واسطے سبھا۔

(مذکورہ بالا پانچ سبھاؤں کے علاوہ اور بھی کتنی ہی بڑے بڑے کام کرنے والی سبھائیں ہیں۔ جنکو صرف استریاں ہی چلا رہی ہیں۔ خصوصاً جاپان کی مہارانی بھی بہت سی سمتیوں کی پریذیڈنٹ ہے۔

ٹوکیو میں لارڈ بیرن وغیرہ بڑے بڑے لوگوں کی استریوں کے لئے ایک سوتنتر ودیالیہ ہے۔ شریف خاندانی استریوں کے علاوہ اور بھلے آدمیوں کی استریاں بھی وہاں پڑھ سکتی ہیں۔ یہ ودیالیہ خاصکر مہارانی جی کی طفیل چل رہا ہے

سکول میں پڑھنے والی استریاں سب کے سامنے کئی قسم کے کرتب دکھلاتی ہیں۔ شاہی گھرانے کی عورتیں بھی دوسری عورتوں کے ساتھ کرتبوں میں شامل ہوتی ہیں۔ کئی ایک دلچسپ کھیلوں میں سے میدان جنگ کا کھیل خاصکر قابل ذکر ہے۔ میدان جنگ میں زخمی۔ لہولہان گرے پڑے فوجیوں کے ساتھ ریڈ کراس (سرخ نشان والی) سوسائٹی کا کیا فرض ہے۔ یہ بڑے گھرانوں کی استریاں دکھلاتی ہیں۔ جب لڑائی میں زخمی ہو کر سپاہی زمین پر گر پڑتا ہے۔ تو اسی وقت قریب والی عورت (ریڈ کراس) جھنڈا کھڑا کر کے خبر دیتی ہے۔ کہ یہاں کوئی منش گھائل ہو

پنکھا کرتی ہے۔ کوئی دوا کھلاتی ہے۔ اور کوئی ماتھے پر برف کا پانی ڈالتی ہے۔ بہت زخمی آدمی کو عورتیں ایک ڈولی میں ڈال کر اپنے کندھوں پر ہی اٹھا کر ڈیرہ میں لے جاتی ہیں۔ اور دوسرے آدمیوں کو جن کو کم چوٹ لگی ہو۔ سہارا دے کر آہستہ آہستہ میدان جنگ سے ڈیرہ کو لے جاتی ہیں۔ استریوں کو اپنے دیش کی سیوا کی کتنی خواہش ہے یہ اس کا ظاہر ثبوت ہے۔ ضرورت پڑنے پر دیش رکشک یودھاؤں کی سیوا کرنا بڑی خواہش سے وہ سیکھتی ہیں۔ دھنیہ ہے جاپان! جس ملک کے بچے جوان بوڑھے اور استریاں اپنے دیش کی سیوا کو اس طرح اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس کی جس قدر بھی اُنتی ہو کم ہے۔

مارشیونیس اویاما اپنی جنگ کی سرگذشت میں لکھتے ہیں۔ کہ اُستری جاتی کے اوپر جاپان کی بہت سی اُنتی موقوف ہے۔ جس دیش میں راج کنیاؤں کو رومال کے سوائے اور ذراسی چیز بھی بوجھ معلوم ہوتی تھی جو دو چار سہیلیوں کے بغیر کبھی باہر نہیں نکلتی تھیں۔ جنکا دودھ بالائی اور مکھن کھانے سے بھی دل بھر جاتا تھا۔ وہی راج کنیائیں آج تھیلا ہاتھ میں لئے بھوکی پیاسی دو دو چار چار دن سے لگاتار ایک منٹ بھی بغیر آنکھ بند کئے اکیلی پہاڑوں اور بنوں میں گھائل سپاہیوں کی سیوا کے لئے گھومتی پھرتی ہیں۔ یہ سب ہماری موجودہ تعلیم اور والدین کے اچھے خیالات اور سوسائٹی کا ہی اثر ہے۔ کہ انسان میں جو جو گُن ہونے چاہئیں۔ وہ سب جاپانی استریوں میں پائے جاتے ہیں ایسی ماتاؤں کے بطن سے جنم لینے والی سنتان کیوں نہ مہاں پرش اور قابل فخر سمجھی جاوے "

جاپانی عورتیں صناعی اور مصوری میں لاثانی ہوتی ہیں۔ سکول

ہیں پڑھنے کے بھی یہ سب سے بڑے مضمون ہیں۔ جنگ کے موقعہ
پر ایک ہائی سکول کی لڑکیوں نے زخمی اور بیمار سپاہیوں کے لئے دس
ہزار کمر بند تیار کر کے روانہ کئے تھے۔ اور اس کے بعد بھی انہوں نے
دس ہزار جوڑے جراب بھیجنے کا بندوبست کیا۔ جاپانی عورتیں
لکشمی سروپ ہوتی ہیں۔ کوئی چیز ضائع ہونے نہیں دیتیں۔ رسوئی
میں بچے کھچے چاولوں کو سکھا کر جنگ کی امداد کے لئے رکھ چھوڑتی
ہیں۔ کچھ عرصہ گذرنے پر یہ اتنے جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ ان سے
بہت دھن بچ جاتا ہے۔ ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جاپان
میں اس طرح سے اکٹھے کئے ہوئے چاول کس قدر ہوتے ہونگے چینا پچھ
پچھلے جنگ۔ روس و جاپان کے موقعہ پر جس وقت فوج میں رسد بالکل
ختم ہوگئی۔ اور فنڈ کافی نہ تھے۔ اس وقت جاپان کی دیویوں کے
یہ خشک چاول جو وہ نیشنل فنڈ کے لئے جمع کرتی ہیں۔ فوج کے کئی روز
کام آئے۔

گذشتہ تیس سال میں استری سکھشا کی جو مثال جاپان نے ہمارے
ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اگر اس سے بھی ہماری آنکھ نہ کھلے
تو اُنتی کی امید رکھنا سراسر فضول ہے۔ جب تک ہندوستانی راجہ پرجا
دھن وان۔ کنگال۔ مرد۔ عورت سب ایک جان ہو کر سودیش کے
ساتھ پریم کرنا نہ سیکھیں گے۔ جب تک وہ اپنی تجارت وصنعت وغیرہ
کا خود پربندھ نہ کرینگے۔ تب تک دیش کی ترقی کے پاس تک بھی نہیں
پھٹک سکتے۔ بلکہ مفلسی جہالت اور دُرگتی ہمیشہ کے لئے اپنا اڈا جما لینگی
انسان خود جس قدر اپنا فائدہ سوچ سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں سوچ سکتا جب ہم خود ہی اپنے

دکھوں کو دور کرنیکا علاج نکالیں گے۔ تب ہی ہمارا کلیان ہو سکتا ہے سودیس کے

ملکوں کے لوگ بھارت باسیوں کو نہایت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ بھارت باسی کوئی ایسا پربندھ کریں جس سے وہ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاویں

سوامی وویکانند اور انکی تعلیم :۔ آپ نے امریکہ ولیش میں جس طرح عظمت ہند کا سکہ بٹھایا اور جس جانفشانی سے تمام عمر دیش اور جاتی کے لئے کام کیا۔ وہ کبھی صفحات تاریخ سے مٹ نہیں سکتا انکا مکمل جیون چرتر مع خطوط و اقتباس از لکچر و اپدیش و مختصر تعلیم انکا۔ از دھنا تی ناراین قیمت ۱۲ر

پرمہنس سوامی رام کرشن :۔ آپ کے ہی چرنوں میں بیٹھکر سوامی وویکانند اور کیشب چندر سین جیسے قومی خادم پیدا ہوئے۔ بنگال میں آپ کو ہندوستانی قومیت کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ قیمت ۱ر

جیون چرتر ایشور چندر ودیا ساگر :۔ ایسے نیک نفس ریفارمر ہمیشہ سیوک اور بہادر دو بنی نوع انسان کے حالات زندگی کا مطالعہ ہمارا سب سے پہلا فرض ہونا چاہئے۔ قیمت ۲ر

راجپوت جیون سندھیا :۔ بنگال کے مشہور انشاء پرداز و سابق وزیر اعظم بڑودہ ۔ بابو اومیش چندر دت کی ایک نہایت ہی مقبول اور مشہور ترین بنگالی تصنیف کا ترجمہ۔ قیمت ۷ر

دھرم ویر حقیقت :۔ اس دھرم ویر کی زندگی کے حالات کا مطالعہ بھی زندگی بخشنے والا اس مختصر سے جیون چرتر میں آپکو ایک نیا رنگ اور نیا سرور حاصل ہوگا۔ قیمت ۱ر

دنیا کے نوجوان پرش :۔ از لالہ دیوان چند جی۔ ایم اے۔ پروفیسر۔ ڈی اے وی کالج لاہور ۵ر

عورت کی زندگی ۱۰ر ڈاکٹر گوکل چند جی۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹرایٹ لاء سابق

بچوں کی تربیت ۴ر پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور کی نہایت ضروری تصانیف۔

بھگوت گیتا :۔ ترجمہ منشی انبا پرشاد۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ

پستک بھنڈار لاہور

گرو اور شش کا سمبندھ

جاپانی ودیارتھیوں کو خوشخطی (سندر لیپی) یعنی شاستر۔ اور
جغرافیہ تاریخ کے علاوہ مرہٹی پھرانا۔ گتکا۔ لاٹھی تیر اندازی۔ گھوڑے
کی سواری۔ بھالا برچھی چلانا۔ قواعد کرنا۔ فوج بنانا اور "جیوجتسو" یا یُو
وغیرہ کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ جاپانی ورن مالا کے اکھشر ایک قسم
کے چھوٹے چھوٹے چتر سے ہوتے ہیں۔ اور ان کو لکھنے میں ایک قسم کی
خوبصورتی سی آجاتی ہے اوپر لکھے "جیوجتسو" یالور ودیا کا بیان کرنا
ضروری ہے۔ لیکن اس کے لئے کوئی ٹھیک لفظ نہیں مل سکتا۔ ہم
تو کہاں سے دینگے۔ ابھی تک انگریزی زبان میں بھی اس کے لئے
کوئی لفظ نہیں نکلا۔ "جیوجتسو" ایک قسم کا پہلوانی ہنر ہے۔ لیکن اس
کا مطلب کیا ہے۔ انگریزوں کو بھی پتہ نہیں لگا۔ صرف اتنا ہی
معلوم ہؤا ہے کہ "جیوجتسو" ایک ایسا ہنر ہے جس سے ایک بے
ہتھیار آدمی ہتھیار والے آدمی کے وار کو بچا کر اس کے جسم پر خود
ایسا وار کرے۔ کہ پھر وہ بالکل دوسرا ہاتھ چلانے کے قابل نہ رہے
"جیوجتسو" صرف مل ودیا یا داؤپیچ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ داؤپیچ میں طاقت
کی ضرورت رہتی ہے۔ ایک ناطاقت آدمی اپنے طاقتور دشمن کو نہیں
جیت سکتا۔ لیکن اس جاپانی ہنر میں ایک معمولی طاقت والا
آدمی اپنے سے آٹھ گنے طاقت کے آدمی کو قابو کر سکتا ہے۔ اس
میں دشمن جان سے نہیں مرتا۔ لیکن لاچار اور تنگ ہو کر نہایت دیا کل

ہو جاتا ہے۔ بل ودیا یا داؤپیچ وغیرہ سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں۔
یہ ایک الگ ہی علم ہے

پاٹھک شاید ایسا خیال کرتے ہوں۔ کہ ہم "جیو جتسو" کلا کا پورا بیان
کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات نہیں ہے۔ الفریڈ سٹیڈ صاحب فرماتے
تھے۔ کہ اب انگلینڈ اور جاپان کا میل ہونے کے کارن جاپانی ہم کو یہ
ودیا سکھلانے کو تیار ہیں۔ مگر افسوس ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی اور وہ چل دیے

وہاں کے استاد شاگردوں کو صرف امتحان پاس کرا دینا ہی اپنا
فرض نہیں سمجھتے۔ بلکہ آئندہ بھی ان کی زندگی۔ رہن سہن۔ چال چلن
اور خیالات کے بارہ میں وہ اپنی ہی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ جس ملک
کے استادوں اور گروؤں کا اپنے شاگردوں کے بارہ میں ایسا خیال
ہو کہ انہوں نے بلا شبہ اپنے اوپر ایک بڑا بھاری بوجھ لے رکھا ہے
ایسے وچاروان استاد سے تعلیم حاصل کر کے جاپانی نوجوان کتنا نیک
ہو سکتا ہے۔ یہ آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آدمی
خواہ کتنا ہی ودوان اور تیز فہم ہو۔ لیکن جب تک اس ودیا کا اثر ہردیہ
پر نہ پڑے۔ اور اس کا وہ مناسب استعمال نہ کرے۔ سب بے فائدہ
ہی ہے۔ اولاد کیسی ہی ودوان اور بڑی مان کیوں نہ ہو۔ اگر وہ ماتا کے
دکھ سے دکھی نہ ہو۔ اور اس کی سیوا نہ کرے۔ تو کہنا پڑیگا۔ کہ ایسی
اولاد ماتا نے بے فائدہ پیدا کی۔ یہی وچار کر جاپانی لوگ اپنی ماتر
بھومی کے لئے سب طرح اپنا اپنا ذاتی فائدہ قربان کرنے کو ہر وقت
تیار رہتے ہیں۔ جاپانی ودیارتھی اپنے گرو کو بھاڑے کا ٹٹو سمجھ
کر اس پر سوار ہی نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اپنے ماتا پتا سے بھی انکا
مان زیادہ کرتے ہیں۔ اور بڑے پریم سے ان کی آگیا پالن کرتے ہیں

انکو اپنے جیون کا ادّھار کرتا مانتے ہیں۔ اسی طرح وہاں کے گرو اپنا فرض سمجھ کر اولاد کی طرح پریم پُوروک ان کو تعلیم دیتے ہیں۔

اگلے زمانہ میں بھی جاپانی اُستاد دیش بھگت اور سوتنتر خیالات کے ہوتے تھے۔ اسی لئے وِدیارتھیوں کو دیش بھگتی کی تعلیم دیتے ہوئے ان کو کسی طرح کی روکاوٹ نہ تھی۔ اتنا ہی نہیں۔ بے سہارا اور یتیم لڑکوں کو پتروں کی طرح پال کر ان کو بھی سدھارنا وہ لوگ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ماہواری فیس دے کر علم پڑھنا ان لوگوں کا سدھانت نہ تھا۔ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ دولت سے علم کبھی بھی خریدا نہیں جا سکتا۔ گرو اور چیلے کا ایسا رشتہ ہے۔ جو بیان نہیں ہو سکتا۔ مہاراج چھترپتی شری شواجی کے گرو شری رامداس جی نے جو اپدیش ان کو کیا تھا۔ کیا اس کی بھی کوئی قیمت ہو سکتی ہے؟ مغربی طریق اور اصول کے بموجب جیسا رُوکھا اور پھیکا برتاؤ سکول ماسٹر اور سکول کے طالب علموں میں ہوتا ہے۔ اس میں اُستاد و شاگرد کے بھاؤ کا سایہ بھی دکھلائی نہیں پڑتا۔ سکول میں جا کر لڑکوں میں کتنی ہی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کہیں کہیں چال چلن بھی بگڑ جاتا ہے۔ اس سے ان کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر سبق یاد نہ ہو۔ تو اس کی جو سزا جرمانہ دی جاتی ہے۔ وہ بہت ہی بری بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ طالب علم اگر کسی دھن وان کا لڑکا ہے۔ یا اس کو پیسے کی کمی نہیں ہے۔ تو وہ بڑی آسانی سے اپنا سبق یاد نہ کرنے کے ہوئے جرمانہ ادا کر سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر لڑکے کے پاس

جرمانہ ادا کرنے کے لئے پیسے نہ ہوں۔ اور کسی وقت اس کا سبق بھی یاد

نہ ہوا ہو۔ تو اس کو اپنے ماں باپ سے چرا چھپا کر یا کسی اور بجا پڑنا جایز طریقہ سے جرمانہ کے پیسے حاصل کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔

پرماتما کی کرپا سے تھوڑے دنوں سے خود بخود ہی طالب علموں کے دلوں میں ایک طرح سے دیش بھگتی کا خیال پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے اپنے فرائض متعلقہ جاتیہ دھرم کو انوبھو کرنا شروع کر دیا ہے جس سکول میں ودیارتھی کو ودیا ابھیاس کے لئے اپنے دھرم اور فرائض سے الگ رہنا پڑے۔ جس سکول میں اپنے بھائیوں کی سیوا سے جدا رہنے کی تعلیم ملے گی۔ اس سکول کا پڑھا ہوا ودیارتھی کس کام کا ہوگا۔ بچپن ہی میں لڑکوں کے دلوں کے میدان میں اُتم اُتم پھل دینے والے سکھشا روپی بیجوں کے بونے کا موسم ہوتا ہے۔ اس وقت جو تعلیم ان کو ملیگی۔ وہی ان کی آئندہ زندگی کا معیار بن کر ان کو سُکھ دُکھ کے مارگ دکھلائیگی۔ جہاں پر اُپکار۔ ایثار نفسی اور حب الوطنی کے کام میں شامل نہ ہونے کی تعلیم ودیارتھیوں کو دے کر ان کے ہردیہ کو دُربل بنانے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہاں سچے سچی ترقی کبھی نہیں کر سکتے۔ مُتذکرہ بالا بیان سے پاٹھک جان سکیں گے۔ کہ جاپانی طریقِ تعلیم دوسرے ملکوں کی مروجہ مدرسوں کی تعلیم سے کتنا مختلف ہے

جاپانیوں کا استقلال

کنفیوشس نے کہا ہے۔ کہ انسان کے پاس دھیرج کے برابر اور کوئی کام کرنے والا سادھن نہیں ہے۔ فرض میں سُستی کرنے کا نام دھیرج نہیں۔ بلکہ سہن شیلتا پوروک من کے جوش کو روک کر سچائی۔ انصاف اور اصول کے ساتھ اپنی اُنتی کے لئے سدراہ مصیبتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کام میں مضبوط رہنے کا نام دھیرج ہے۔ تکلیف اور دکھ کی وجہ سے نہ گھبرانا انسانی وصف ہے۔ لیکن وگھن ڈالنے والی باتوں کا خیال نہ کرتے ہوئے موت کے منہ میں جانا سراسر غلطی ہے۔ جاپانی جوانوں کی باتیں معمولی نہیں ہیں۔ راستی۔ دھرم اور دیش کے لئے اگر پران بھی جائیں۔ تو وہ کچھ تکلیف نہیں محسوس کرتے۔ لیکن بے فائدہ کاموں کے لئے مفت جان گنوانا کتے کی موت کے برابر سمجھتے ہیں۔ انسانی جسم میں پرماتما نے جس قدر بل شکتی اور دلیری پیدا کی ہے۔ اسی قدر ان کے اعلےٰ استعمال کے لئے عقل بھی بخشی ہے عقل سے سچ اور جھوٹ کا وچار کر کے انسان اپنی کوششوں میں کامیاب ہو کر سکھ دولت اور کلیان پاتا ہے۔

انسانی زندگی پر بھلی اور بری صحبت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے شوربیرتا۔ دھیرج۔ پرشارتھ۔ بے باکی اور بہادری کے لئے جاپان کے ودیارتھی مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان گنوں کے گرہن کرنے کی اپنے گروسے سکھشا لیتے ہیں جس منش میں یہ گن نہیں پائے ہوتے

جاپانی سوسائٹی میں اس کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ایسا آدمی بے وقر اور وشٹ سمجھا جاتا ہے۔ ہر ایک آدمی کو اپنے اپنے گنوں کا ابھیمان ہوتا ہے۔ لیکن جاپانی اس ابھیمان سے اپنے ہم شہریوں کا اناورکر کے ان کو تنچھ نہیں سمجھتا۔ اس ابھیمان کو ہی منش کی بڑائی کا سب سے بڑا سبب سمجھنا چاہئے

جب جاپانی بچہ اپنی ماتا کا دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اسی وقت سے اسکے کانوں میں بہادری کی کہانیاں سنائی جانی شروع ہوتی ہیں۔ خوف کیا چیز ہے۔ اس کو جاپانی بچہ ہرگز نہیں جانتا۔ رونے یا روٹھنے کی عادت جاپانی بچوں میں بہت ہی کم ہے۔ اگر جاپانی بچے کو کوئی تھوڑی بہت چوٹ بھی لگ جاوے۔ تو وہ کبھی نہیں روتا۔ اگر وہ کچھ منہ بناوے تو اس کی ماتا کہتی ہے۔ "چھی۔ تو ابھی سے اس ذرا سی چوٹ پر اتنا گھبراتا ہے۔ جب لڑائی میں تیرا ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ جاویگا۔ تو تیری کیا حالت ہوگی۔ تو اپنے دشمنوں کے دلوں کو کس طرح چیر سکیگا۔ اپنے فرض کو کس طرح سرانجام دیگا" اتنا کہتے ہی بچہ اپنی چھاتی ابھار کر ابھیمان سے اُچھلنے کودنے لگتا ہے۔ جس جاپان کے بچوں کو اپنی جاتی کی لاج رکھنے کے لئے دُکھ برداشت کرنے کا اتنا ابھیمان ہے۔ جس جاپانی بچے کو اس کے ماں باپ یدھ کی کتھا سناتے ہی پالتے ہیں (سمجھ لو کہ ہر ایک جاپانی لڑکا اپنے دھرم کی رکھشا کے لئے پران دینے کے لئے ہی پالا جاتا ہے) وہ جاپانی بچہ دُشمنوں کے لئے کتنا خوفناک ہوگا۔

بھارت ورش میں جہاں بچے کو ... ماں باپ کی

کومل ہردیہ میں بچپن سے ہی ڈر کا سنچار کرتے ہیں۔ دولتمند لوگوں
کے لڑکوں کی اور بھی بُری حالت ہے۔ ان کی ایسی بری طرح پرورش
ہوتی ہے۔ کہ بڑے ہونے پر یا تو وہ بیٹھے بیٹھے خوب کھا کھا کر اپنے
آپ کو نشٹ کر دیتے ہیں۔ یا ان کا شریر اتنا نازک ہو جاتا ہے۔ کہ
آدھ میل چلنے کے لئے بھی پالکی یا گاڑی چاہئے۔ علاوہ اس کے
لاڈ پیار سے ان کا سبھاؤ نہایت ڈرپوک۔ سخت اور غصہ والا ہو جاتا
ہے۔ دھن کی بہتات سے ان کا سبھاؤ عیش پرست اور بیکار پڑے
رہنے سے وہ آلسی ہو جاتے ہیں۔ اور نکموں کی طرح بیٹھے رہنے کے
سوائے اور کسی کام کے نہیں رہتے۔ ایسے بچے جب جوان ہونگے۔ تو وہ
سماج کا کیا بھلا کر سکینگے۔ یہ اندازہ لگانے ہی سے پتہ لگ سکتا ہے
جاپانی والدین کی یہ خواہش رہتی ہے۔ کہ بچے کو یہ پتہ ہی نہ
لگے۔ کہ خوف کیا چیز ہے۔ جاپانی لڑکے کو کبھی بھوک کی وجہ سے
بھی روتے نہیں سنا گیا۔ ماں باپ جب بچے کے دل میں کچھ کمزوری
دیکھتے ہیں۔ تو کٹکش باتوں سے اس کو توجہ لیتے ہیں "تو جاپانی
لڑکا ہے۔ تیرے آئندہ زمانہ کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اپنے
دھرم کی رکھشا تجھے ہی کرنی پڑیگی"۔ ایسی باتوں سے اس کے دل کو بڑھایا
جاتا ہے۔ جس طرح شیرنی اپنے بچوں کو جنگل میں اکیلے چھوڑ دیتی ہے
اور جنگلی جانوروں وغیرہ پر حملہ کرنے کا اشارہ کرتی ہے۔ اسی طرح
جاپانی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کے ہردیہ میں بیرتا پیدا کر کے کئی قسم کی
حوصلہ افزا باتوں سے اسے بے خوف بنا دیتی ہے۔ میدان جنگ میں
اسے اپنی ماتا کی باتوں کو یاد کرنے سے ایسا جوش آتا ہے۔ کہ اپنی جان
کا خیال چھوڑ کر اکیلا جاپانی دشمن کی فوج میں سینکڑوں بہادروں کے

پرے چیرتا ہوا اپنا راستہ صاف کر کے اعلےٰ بہادری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ ان کے ماتا پتا کے نربھے برتاؤ سے ایسا شک پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا حقیقت میں یہ ان کے والدین ہیں یا نہیں۔ اگر لڑکا جسمانی محنت کرتے کرتے تھک جاوے۔ تو بھی وہ اس کو آرام کرنے کو نہیں کہتے۔ دھوپ یا بارش کے لئے اگر لڑکا چھتری استعمال کرے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ لڑائی میں چھتری کون دیگا۔ ایسی ایسی باتوں سے جاپانی بچہ ایسا مضبوط اور سختی برداشت کرنے والا ہو جاتا ہے کہ کوئی کام بھی اس کی قوت برداشت سے باہر نہیں رہتا۔ جاپانی بچے کو چھوٹی عمر میں ہی ان باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱) سورج نکلنے سے پہلے اُٹھنا (۲) اپنی ہمت اور جلدی کر لینے کے بھروسہ ہر کام میں سستی نہ کرنا (۳) سردی کے دنوں میں بنا کپڑا پہنے باہر جانا (۴) گرمی اور برسات میں ننگے پاؤں اور چھتری کے بغیر باہر جانا (۵) کبھی کبھی رات بھر برابر جاگنا (۶) پھانسی کی جگہ پر آدمیوں کو پھانسی لگتے دیکھنا۔ (۷) اماوس کی اندھیری رات کو بارہ بجے شمشان بھومی میں جانا (۸) جہاں جانے میں ڈر معلوم ہو۔ وہاں ضرور جان بوجھ کر جانا۔ (۹) ہولناک اور نفرت انگیز اشیاء کا ضرور ملاحظہ کرنا۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ آدھی رات کے وقت پھانسی کی جگہ پر جا کر مردہ شریر میں کچھ نشان کر آنا۔ اس طرح کی تعلیم چھوٹے چھوٹے جاپانی بچوں کو دی جاتی ہے۔ اگر جاپانی بچے کو کہا جاوے۔ کہ تمہارا ایسی ڈراؤنی جگہ اور مصیبت لانے والی جگہ پر ناش ہو جائیگا۔ تو وہ تیوری چڑھا کر جواب دیتا ہے۔ کہ وہ مجھے اس سے بھی زیادہ ڈراؤنی اور مصیبت لانے والی جگہ میں جانا پڑیگا

اگر میں اب ہی ڈرنے لگوں - تو آگے کیا کر سکونگا"

اب یہاں جاپانی اور بھارت باشی بچے کا مقابلہ کیا جاتا ہے - جتنی باتوں کی تعلیم ان کے ماں باپ انہیں دیتے ہیں - ہندوستانی بچوں کو ٹھیک اس کے الٹ دی جاتی ہے اگر بچہ صبح جلدی اُٹھ بیٹھے - تو سردی لگنے کے خیال سے اس کو پھر سلا دیا جاتا ہے - سونے سے جب بچہ اُٹھتا ہے - ماں اُسی وقت اُس کو ایسا بنا دیتی ہے - کہ جس سے پھر دن بھر پڑے رہنے کے سو لئے وہ اور کچھ نہیں کر سکتا - سردی کے دنوں میں بچے کے جسم پر اس قدر کپڑے لادے جاتے ہیں - کہ اس سے ہاتھ بھی نہیں ہلایا جاتا - اور اس کا جسم اس قسم کا بن جاتا ہے - کہ ذرا سی سردی لگنے پر بھی اسکو زکام - کھانسی وغیرہ بیماریاں جھٹ بُری طرح آ دباتی ہیں - گرمی اور برسات میں چھتری کے بغیر تو در کنار گھر سے باہر نکلنے ہی نہیں دیتے - ایسی حالت میں اگر بھارتی بچے آئے دن اپنی شاریرک اور آتمک کمزوری سے موت کا شکار نہ ہوتے جاویں - تو کیا ہو - بھارت ورش میں چھوٹے بچوں کی اوسط اموات کیوں زیادہ ہے اس لئے کہ اُن کو شروع سے نہ جسمانی اور نہ ہی آتمک طور پر بلوان بنانے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ برخلاف اس کے ایسے حالات پیدا کئے جاتے ہیں - جس سے بچہ بجائے خود نیم مردہ سا ہو جاتا ہے - سچ پوچھئے - تو بلوان آدمی کے سامنے تو موت بھی آنے سے گھبراتی ہے

جاپانیوں کی گھمبیرتا

جاپان کے ہر ایک جوانمرد میں آتم بل کا گُن پایا جاتا ہے۔ ایک
طرف دھیرج دلیری اور دوسری طرف شدھ آچار۔ مستقل مزاجی اور
معاملہ فہمی وغیرہ گنوں کا جاپانی نوجوانوں کو ابھیاس کرنے سے
نتیجہ یہ ہُوا کہ آتمک بل ایک راشٹریہ گُن ہو گیا ہے۔ خود چاہے
کتنا ہی دُکھ اٹھائیں۔ لیکن اپنے دوارہ کسی دوسرے کو بے فائدہ
تکلیف نہ ہو۔ یہ جاپانی لوگوں میں ایک سبھاوک گن ہے۔ چھوٹی
عمر سے ہی اپنے آپ پر قابو پانیکا ابھیاس کے اور لڑکیوں کو پہلے ہی کرایا جاتا تھا
اور اب بھی کرایا جاتا ہے۔ مغربی لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس سے انکا
ہردیہ سخت ہونے کی سمبھاونا کی جا سکتی ہے۔

جاپانیوں کے ان قاعدوں کو مغربی لوگ بے رحمی کہتے ہیں
لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ جاپانیوں کی طرف دیکھیے وقت اگر
وہ اپنی نظر سے نہیں۔ بلکہ جاپانی نظر سے دیکھینگے۔ تو ان کو جاپان
کی سچی باتوں کا سچا علم ہو جاویگا۔ اگر مشرقی اور مغربی ممالک کا
مقابلہ کیا جاوے۔ مغربی ممالک کی نسبت مشرقی ممالک میں ہی
زیادہ گن دکھلائی پڑینگے مغربی ممالک میں نمائش بہت زیادہ
ہے۔ اگرچہ وہ لوگ اپنے پر قابو پانے والے ابھیاس کو ہردیہ کے کٹھور
کرنے والا بتلاتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ ہردیہ کو کومل (نرم)
کرنے والا ہے۔ جاپانی جوانمرد ایسا خیال کرتے ہیں۔ کہ اپنے
چہروں سے اپنے [illegible] ظاہر [illegible] اپنے [illegible]

بالکل دُکھ سکھ کی جھلک تک دکھلائی نہ پڑے۔ یہی جو انٹروسی کا لکشن ہے۔ اپنے دل کو اتنا ڈھیلا رکھنا جس سے دل کی بات چہرے پر نظر آنے لگے۔ تو پھر دھیرج کہاں رہا۔ اصلی بلوان پرش وہی ہے۔ جس کا اپنے من کے اوپر پورا ضبط ہے۔ جاپان میں ایسا کوئی آدمی نظر نہ آویگا۔ جو دس آدمیوں کے روبرو پھول سے بچے کو گود میں اٹھا کر لاڈ پیار کرتا ہو۔ سب کے سامنے اپنی استری کا ہاتھ چومنا یا بوسہ لینا اہل مغرب کی طرح جاپان میں ابھی تک نہیں پہنچا ہے۔ کیا وہاں کے آدمیوں کا اپنی اولاد اور استری سے پریم نہیں ہوتا ہے نہیں یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ لیکن بے فائدہ اور بشیروں کی طرح دکھاوٹ کو وہ لوگ پسند نہیں کرتے۔ وہ اس کو زنانہ پن اور کمزوری کہتے ہیں۔ مغربی ممالک کی طرح وہاں کے لوگ عورتوں پر اتنے لٹو نہیں ہیں۔ امریکہ میں آدمی سینکڑوں لوگوں کے روبرو اپنی عورتوں کے بوسے بھی لیتے ہیں۔ اور ایکانت میں مارتے بھی ہیں لیکن یہ حالت جاپان میں بالکل دکھلائی نہیں پڑتی

ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے۔ کہ امریکہ میں ایک مقدمہ ہوا تھا ایک پتی بھگت استری نے اپنے خاوند پر دہان کی ایک عدالت میں نالش کی تھی۔ دعوےٰ یہ تھا۔ کہ کچھ عرصہ سے میرے خاوند نے میرا بوسہ لینا چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے مجھے طلاق دلا یا جاوے۔ کیا اچھا واقع ہے اس وقت ہمیں کسی پر جرح کرنے یا الزام لگانے سے مطلب نہیں یہاں صرف اتنا ہی دکھلانا ہے کہ جاپان میں ایسی بُری باتوں کا مطلق رواج نہیں ہے۔ وہ لوگ ایسی باتوں اور خیالات کو زنانہ پن اور بے شرمی کہتے ہیں۔ چاہے تمام امریکہ اور یورپ والے مشرقی دیس

یا سبھوں کو ہو کہہ ۔ سنگدل ۔ بے محبت یا کچھ بھی کیوں نہ کہیں لیکن
ایسی باتیں مغرب والوں کو ہی مبارک رہیں ۔ سنہ ۱۸۹۴ء جب میں چین اور جاپان میں
لڑائی ہوئی تھی ۔ اس وقت کسی ایک گاؤں پر جاپانی فوج چڑھائی
کرنے والی تھی ۔ اس فوج کو روانہ کرنے کے لئے ریلوے سٹیشن پر
ہزاروں آدمی اکٹھے ہوئے تھے ۔ وہاں عورت مرد سب کا ہجوم تھا ۔ ان
میں کسی کا پتا تھا ۔ کسی کی ماتا تھی ۔ کسی کے بھائی بہن تھے ۔ اور کسی کی
استری تھی ۔ اسی گاؤں میں ایک امریکن بھی رہتا تھا ۔ اس کو بڑی
بے تابی ہوئی اور یہ دیکھنے کی خواہش سے کہ دیکھیں جاپانی لوگ
روانگی کے وقت کس طرح اپنے عزیز و اقارب اور ہم خیال دوستوں اور
رشتہ داروں سے الوداع کہتے ہیں ۔ وہ سٹیشن پر گیا ۔ لیکن وہاں
جو نظارہ اس نے دیکھا ۔ اس سے اس کی حیرانگی کا ٹھکانہ نہ رہا ۔ اس
نے خیال کیا جس خواہش سے یہاں آیا تھا ۔ اس کے پورا ہونے کی
کوئی بھی نشانی نظر نہیں آتی ۔ نہ کسی کی آنکھوں میں آنسو تھے ۔ اور
نہ کسی کے چہرے پر اداسی تھی ۔ گاڑی کے چلنے کی گھنٹی ہوئی تب
بھی کچھ نہیں ہوا ۔ گاڑی چل دی تب بھی کچھ نہیں نہ کسی نے رومال
اڑایا ۔ نہ کسی نے کسی کو "فتح مند ہو" "جلد واپس آؤ" وغیرہ الفاظ
کہے ۔ شانت اور گمبھیر بھاؤ سے سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے ۔
چاہے وہ جاپانیوں کو بے محبت سمجھیں ۔ لیکن جاپانی لوگ حقیقت
میں بے محبت نہیں ہیں ۔ ان کے دلوں میں پریم ہے ۔ لیکن وہ
آدمیوں کے روبرو اظہار کو وہ بے شرمی خیال کرتے ہیں ۔ اور اس
سو دل کی کمزوری سمجھتے ہیں جس طرح ایک شاں شاں کرنے والی
ندی بارش کی وجہ سے زور سے بہتی ہے ۔ اور بڑا شور مچاتی ہے ۔

اس طرح ایک گمبھیر ندی کا پرواہ نہیں ہوتا ۔ بیرونی دکھاوٹ جتنی دیکھنے میں معلوم ہوتی ہے ۔ اس کا اصل میں ویسا روپ نہیں ہوتا اسی طرح اصلی پریم دل کے اندر ہی رہتا ہے ۔ جو بیرونی دکھاوٹ ہوتی ہے ۔ وہ اصلی محبت ہی نہیں ۔ اگر کسی جاپانی عورت کا لڑکا بیمار ہوتا ہے ۔ تو وہ رات دن جاگ کر بھی اس کی سیوا اور تیمارداری میں کبھی کوتاہی نہیں کرتی ۔ ایسے ہی کسی کے ماتا پتا کے بیمار ہونے پر بھی وہ اپنے سب کام دھندوں کو چھوڑ کر ان کی سیوا میں لاپرواہی نہیں کرتا ۔ لیکن خدانخواستہ اگر اسے ان کی اچانک جدائی دیکھنی پڑے ۔ تو اس کے چہرے پر کچھ اداسی اور غم کے کوئی آثار دکھلائی نہیں پڑینگے ۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ جاپانی لوگ پورن روپ سے فرض کے پابند ہیں ۔ پریم کی بھی ان کے سبھاؤ میں کمی نہیں ہے ۔ لیکن جتنا پریم ہے ۔ سچا اور اندر باہر سے ایک سا ہے ۔ اسی طرح شوک کو بھی وہ اپنے دل سے باہر نکالنا اچھا نہیں سمجھتے ۔ جھوٹی خوشی اور غم دکھلانے کو وہ دھوکا بازی کہتے ہیں ۔ غم نہ ہونے پر بھی بناوٹی غم ظاہر کرنا ۔ ایسے ہی خوشی نہ ہونے پر بھی بناوٹی خوشی دکھلانے کی چال ان لوگوں میں نہیں ہے ۔ دھرم سمبندھی وشوں میں ان کا یہی سدھانت ہے ۔ تھوڑے سے گیان سے زیادہ لیاقت ظاہر کرنے کا رواج جو مغربی ملکوں میں ہے ۔ جاپانیوں میں بالکل نہیں ہے ۔

ایک جاپانی کو ایشور کی بڑی بھگتی تھی ۔ کچھ عرصہ گذرنے پر اس کو ایشور کرپا کا کچھ نشان ملا ۔ اور اس کا من اتنا خوش ہوا ۔ کہ اپنے ہردیہ کے بھاؤ کو سب لوگوں پر ظاہر کرنے کو وہ تیار ہو گیا ۔ لیکن فوراً ہی اس نے کچھ وچار کر اپنی ڈائری میں اس طرح نوٹ کیا ۔ ہر پریم وچاروں سے

اگر تیرا انتش کرن صاف ہوا ہے۔ تو کچھ دیر ٹھہر اس کو اپنے دل میں دبا کر رکھ خودبینی کا پودہ ابھی تیرے ہردیہ کے میدان میں بہت بڑھنے والا ہے۔ اس کی پورن اوستھا ہونے تک اس کو ظاہر نہ کر۔ ایکانت میں شانت روپ سے اسے اپنے انت کرن میں ٹھہرنے دے چھیڑ چھاڑ کرنے سے اس کا ناش ہو جائیگا ؛؛

اس باکمال مہاتما کے وچاروں کا بہت کچھ انوکرن ہم لوگوں کو کرنا چاہیئے۔ اپنے انت کرن میں ہر ایک پرکرن سمبندھی جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ مکمل ہونے سے پہلے ان کے اظہار سے ان کا مہتو کم ہو جاتا ہے۔ دھارمک ۔ سماجک ۔ اور راج نیتک چاہے کیسے ہی کام ہوں چنچل من اور چھچھورے سبھاؤ کے لوگوں سے اس میں رکاوٹ پڑ جاتی ہے۔ اس کے کئی ایک اظہار بہت سے ملکوں کے اندولن کے وقت دکھلائی دیتے ہیں۔ گمبھیر اور مکمل بدھی کے آدمیوں نے ایک کام جتنا ترقی کی طرف پہنچایا ہے۔ اس بنے بنائے کام میں جلد باز لوگوں نے رکاوٹ ڈال دی ہے۔ اس ساری بات کا مطلب یہی ہے۔ کہ درڑھ ہوکر جو عمل سے کسی کام کو کرنے سے اس کا نتیجہ پھل دائیک ہوتا ہے۔ لیکن ڈانواں ڈول اور بھٹکتی ہوئی حالت میں اگر کسی اہم کام کو بھی کیا جاویگا۔ تو کامیابی کی راہ پر پہنچکر بھی اُس میں رکاوٹ پڑ جاویگی۔

جاپانی لوگوں میں ہمدردی اور پریم

ہمدردی - پریم - دلجوئی اور ہر انسان سے محبت دیا وغیرہ جاپانیوں
کے سبھاوک گُن ہیں - انسان کے ہردیہ میں جن خیالات کا ہونا ضروری
ہے - اور جن وچاروں سے منش کا درجہ بلند ہوتا ہے - ان کا نہایت
ہی آدر مان کیا جاتا ہے - جاپانیوں کا سدھانت ہے - کہ دیا ہی
راج گُن ہے - جاپانی لوگ مانتے ہیں - کہ راج کی شوبھا دیا ہی سے
ہو سکتی ہے - انسان کو سب گنوں سے پہلے دیا کی ضرورت ہے
دیا سے انسان کے سبھاؤ میں اُتساہ آتا ہے اور وہ اسکو دیوتا بنا دیتی
ہے - اگر دیا نہیں ہے - تو منش اور پشو میں کوئی فرق نہیں ہے
اس لئے سب سے پہلے انہوں نے دیا کو ہی اپنے ہردیہ میں جگہ دی
ہے - اور اسی سے ان کا مہتو اور درجہ دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے
راجہ کی شوبھا اس کے تاج اور چھتر کی نسبت دیا سے بہت زیادہ
ہے - اور اسی لئے اس کی ضرورت راج ڈنڈ سے بڑھکر ہے جاپانی
لوگوں کے وچار اس قسم کے بنانے کے لئے انہیں شکسپیئر کی ضرورت
نہیں پڑی - بلکہ متذکرہ بالا گنوں کی وجہ سے جاپان میں باہمی دنگہ
فساد - لڑائی جھگڑے کم ہوتے ہیں - اس سے ان کو اپنی اُنتی کرنے
کا بہت موقعہ ملتا ہے - جاپانی مردوں میں تدبر اور انصاف پسندی
جتنی زیادہ ہے - اتنی ہی عورتوں کے سبھاؤ میں دیا بڑھی ہوئی
ہے -

جاپانیوں کے ہردیہ میں دیا کا مناسب سنگار ہے - اگر کن

کو حد سے زیادہ بڑھا دیا جاوے - تو پھر وہی اوگن (برائی) ہو جاتا
ہے - اسی طرح دیا بھی کبھی کبھی بلا شبہ برائی کا موجب بن جاتی
ہے - نربل آدمی کو اگر کسی پر دیا آوے - تو اس میں ایسی دیا ہونے
سے کسی کو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا - مگر نربل کی بجائے بلوان اور
بہادر آدمی میں دیا کا ہونا اس کے جھتو کو پر اوپکار کے درجہ تک
پہنچا دیتا ہے - ہین سی اس نے کہا ہے - کہ پر اوپکار کرنے سے
سنسار اپنا ہو جاتا ہے - جس طرح پانی سے آگ بجھ جاتی ہے - اسی
طرح پر اوپکار سے سب آپتیاں (مصیبتیں) دور ہو کر اس لوک اور
پرلوک دونوں کی بھلائی ہوتی ہے - لیکن جس طرح ایک بڑے مکان
میں لگی ہوئی آگ کٹورا بھر پانی سے نہیں بجھائی جا سکتی - اسی طرح
پر اوپکار بھی پورن ریتی سے کرنے کی ضرورت ہے - ہین سی اس
کے قول کے بموجب پورن ہونا ہی پر اپکار کی جڑھ ہے - پر اوپکاری
آدمی دوسرے کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر خود تکلیف محسوس کرتا ہے
ایڈم سمتھ نے پورن دیا کی بنیاد پر سداچار کی عمارت کھڑی کی ہے - ایڈم
سمتھ کے قول سے پہلے ہی ہین سی اس اپنے سدھانت کو مضبوط
کر چکا تھا - اس سے کمال حیرانی ہو سکتی ہے - کہ ایک ملک کے
ودوان کا سدھانت (اصول) ایسا نرالا ہو کر بھی دوسرے ملک کے
سدھانت سے ملتا ہے - لیکن اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں
ہے - سچائی ہر ایک ملک کے اعلیٰ دماغ انسانوں کے ہردیہ میں ایک
ہی وچار پیدا کرتی ہے - اچھے اصول کے آدمی خواہ کس جاتی اور
کس ملک کے ہوں ان کے سدھانت ایک ہی قسم کے ہونگے
خود غرضی اور پر اوپکاری آدمیوں کے سدھانتوں میں بلا شبہ

فرق ہوگا۔

جاپانی لوگوں کا سدھانت ہے۔ کہ ودربل شرن آئے ہوئے اور ہارے ہوئے آدمی پر دیا کرنا ہر ایک شوربیر کا فرض ہے۔ جن لوگوں نے جاپان کی کچھ تصویریں دیکھی ہیں۔ انہوں نے ایک سنیاسی کی تصویر ضرور دیکھی ہوگی۔ یہ جاپانی سنیاسی ایک بڑا شوربیر اور یودھا تھا۔ اس کے خوف سے مخالف پارٹی کے لوگ کانپتے تھے۔ جاپان کے اتہاس میں مشہور ہے۔ کہ

۱۱۸۴ء میں جو سوماتورا کی لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں اس بہادر نے اپنے دشمن کو پکڑ کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ اور اس کا نام پوچھا۔ دوسرا آدمی بھی ایک بہادر کی اولاد سے تھا۔ اس نے اپنا نام بتلانے سے انکار کیا۔ سنیاسی کا نام کوماگے تھا۔ کوماگے کو اس کی جوانی اور بیر بھاؤ دیکھ کر اس پر دیا آئی۔ اور اس نے اپنے جوان دشمن سے کہا "جا! اپنی ماتا کا دل ٹھنڈا کر۔ اگرچہ تو میرا دشمن ہے۔ مگر تیرے بیر بھاؤ اور تیری بے باکانہ صورت پر مجھے دیا آتی ہے" وہ جوان آدمی بولا۔ کہ نہیں میں تمہارا دشمن ہوں اور تم نے مجھ پر فتح پائی ہے۔ اب اپنی جان کے خوف سے مہربانی کی التجا کر کے کائر منش کی طرح اپنی جان بچا کر گھر بھاگنے سے اپنے ماں باپ کے پوتر نام کو کلنک لگانا نہیں چاہتا۔ میدان میں ہار کر دشمن کی مہربانی سے بچی ہوئی جان اس شریر میں رکھنے کے لائق نہیں ہوگی۔ اگر میں پکڑا نہ جاتا۔ تو ضرور آخری دم تک لڑائی کر کے اپنے دشمن کو ہرا دیتا یا لڑتے لڑتے اپنی جان دے دیتا۔ مگر اب میں ہار گیا۔ دشمن کی قید میں

پڑا ہوں۔ اس وقت میری۔ میری جاتی اور میرے ماتا پتا کی کلیان
دشمن کے ہاتھ سے مارے جانے میں ہی ہے۔ اس لئے تم اپنی
تلوار سے میرا سرتن سے الگ۔ کر دو۔ کوماگے نے اسے بہت سمجھایا۔ اور
کہا۔ کہ اگر میرے ساتھیوں میں سے کوئی آجاویگا۔ تو تو کبھی بھی
بچ نہ سکیگا۔ میں دوستانہ طور پر تمہیں سمجھاتا ہوں۔ کہ جان
بچا کر چلا جا۔ مگر کسی طرح پر سمجھانے سے بھی اس نوجوان نے
منظور نہ کیا۔ اور آخرکار وہ مارا گیا۔ کوماگے کے دل پر اس بات
کا اتنا اثر ہوا۔ کہ اسی وقت اس جگہ اس نے اپنے ہتھیار اور فوجی
لباس تیاگ دیا۔ اور سنسار ویراگی ہو۔ جنگل میں اپنی باقی
زندگی پرماتما کے دھیان میں صرف کرنے لگا۔

بہت لوگ یہ خیال کرینگے۔ کہ اس نوجوان نے بے فائدہ
اپنی جان گنوائی۔ موقعہ ملنے پر بھی کیوں اس نے اپنی جان نہ بچائی
لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جاپانیوں کو شروع سے ہی
جان کی نسبت نام کی زیادہ قدر ہے۔ اپنی جاتی۔ دیش اور ماتا پتا
کے نام پر کلنک لگنے کی بجائے وہ اپنی جان دینا ہی پرم دھرم سمجھتے
آئے ہیں۔

جاپان کے ضلع ساتسما میں کسی وقت ایسا رواج تھا۔ کہ جنگی تعلیم
کی بجائے عیش پرستی گانے بجانے اور ستار۔ تونبے کی تعلیم
وہاں کے نوجوانوں کو دی جاتی تھی۔ ایسا گانا سننے سے کیسا
ہی شوربیر اور تیج والا کیوں نہ ہو۔ اس کے چت کی برتی دوسری
طرف جھک جاتی ہے۔ اور وہ عیش وعشرت میں ہی لگ جاتا
ہے۔ دیش رکھشا کے واسطے تیج اور جوش کی ضرورت ہے۔ عیش

پرست ہونے پر آدمی کا سارا جوش مٹ جاتا ہے۔ جاپان نے اپنے ملک کی بے شمار برائیوں کا سدباب کر کے ایسی سب باتیں نکال دی ہیں جن سے انسان کی دلیری نابود ہو کر بزدلی اور کمزوریاں آ ڈیرا جماتے سیلف رسپکٹ کیواسطے عیش پسندی سے زیادہ اور کوئی بدی نہیں ہے۔ عیش پسندی انسان کو انسانیت سے گرا کر ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گرا دیتی ہے۔ جاپان نے سب ایسی ایسی فضول باتیں جن سے اخلاق اور سیلف رسپکٹ کو دھکا لگنے کا احتمال تھا۔ یک قلم ترک کر دی ہیں مگر ہمارے ہندوستانی بھائی ہیں کہ ان فضول باتوں کو مذہبی رسوم میں داخل کئے جاتے ہیں۔ اور عیش پرستی میں پڑ کر سماجک اور شاریرک طور پر تباہ ہوئے جاتے ہیں۔ بھارتی بچو! سیکھو۔ جو تمہیں جاپان سکھاتا ہے۔ سنو جو تمہیں جاپان سناتا ہے۔ اور عمل کرو۔ ان اصلاحات اور قواعد پر کہ جس نے جاپان دیش کو آج ایک ترقی یافتہ اور مہذب ملک بنا کر اس کا تمام ممالک میں مان اور گورو بڑھا دیا ہے

راج بھگتی

جہان ہیں یہ بہت مشہور بات ہے۔ کہ جاپانی اپنے راجہ کو ایشور
کے برابر مانتے ہیں۔ راجہ کا حکم ویدوں کے برابر خیال کیا جاتا ہے
یہ بات نہیں کہ جاپان کے لوگوں کے کئی فریق نہ ہوں۔ وہاں بھی
کئی فرقے ہیں۔ ان میں بھی مذہبی فرق ہے۔ ان کے کام کاج
میں بھی کبھی کبھی بہت اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن دیش ہت کے لئے
جب راجہ کی دشیش آگیا ہوتی ہے۔ تو سب فریق یکتائی کے
خیال سے ایک مت ہو کر ملکی کام کو اپنا ذاتی کام سمجھ کر شامل ہو
جاتے ہیں۔ لارڈ کرزن نے کہا تھا "مشرقی ممالک میں جاپان کے
سوائے کسی ملک میں سودیش ابھیمان کیا چیز ہے۔ کوئی جانتا ہی نہیں
اس قطعہ زمین پر جاپان ہی ایک ایسا ملک سمجھا جا سکتا ہے جس کو
سودیش ابھیمانی کا لفظ شوبھا دے سکتا ہے"
جاپانی لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ راجہ ہی سودیش ابھیمان کا مورتی مان
اوتار ہے۔ ان کی سمجھ میں سودیش ابھیمان اور راجہ میں ایک جیسا
پریم دو جدا جدا باتیں نہیں ہیں۔ اس وقت اس گن کا رواج جیسا
جاپان میں معمولی طور پر نظر پڑتا ہے۔ ویسا سوائے بھارت ورش
کے اور کسی ملک میں نہیں۔ جسطرح جاپان جیسی راج بھگتی کی مثال
اور کہیں مشکل سے ہی ملے گی۔ اسی طرح بھارت ورش کی راج بھگتی دنیا بھر
میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔
سنل صاحب کہتے ہیں۔ کہ سماج کو چھوڑ کر کسی شخصیت کو پریم

کرنا مناسب نہیں ہے۔ دوسری طرف ان کے ہی جاتی بھائی
پرنس بسمارک اس گن کو عمدگی خیال کرتے ہیں۔
امریکہ میں ٹھیک اس کے برخلاف سب آدمی یکساں ایک
جماعت کے سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر وہاں اس معاملہ میں
جاپان کے خیال کی تائید نہ کی جاوے۔ تو کوئی آشچرج کی بات
نہیں ہے۔ یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ کہ سب ملکوں کے وچار
ایک طرح کے ہوں۔ ایک پہاڑ کے ایک طرف کے رہنے والوں کو
جو بات انصافانہ معلوم ہوتی ہے۔ وہی بات اسی پہاڑ کی دوسری
طرف کے رہنے والے آدمیوں کو سخت بے انصافی کی
معلوم پڑتی ہے۔ اس کا کارن کیا ہے؟ ہان ٹیڈ صاحب کہتے ہیں۔
کہ یہ ایک بڑی گہری اور سوچ کی بات ہے۔ فرانس اور سپین
کے درمیان صرف پرنیز پہاڑ ہے۔ لیکن اس تھوڑے سے فرق ہونے
کے کارن ہی ان کے آچار وچار میں کتنا فرق پڑ گیا ہے۔ ڈرلیفس
کے وقت میں لوگوں کو اس کا پورن الوبھو ہو گیا تھا۔ کہ ایک
پہاڑ کے بیچ میں حائل ہونے سے ہی جب رسم و رواج۔ آچار۔ وچار
اور رہن سہن میں اتنا فرق ہو سکتا ہے۔ تو اتنے اتنے بڑے سمندروں
کے بیچ میں حائل ہونے سے الگ آدمیوں میں زیادہ فرق پڑ جاوے
تو کونسی حیرانی کی بات ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر جاپان
کے لوگوں کے طریق حکومت کو دوسرے لوگ پسند کریں۔ تو کوئی آشچرج
کی بات نہیں ہے۔ دور کیوں جائیں۔ جس گن کے حاصل کرنے سے
جاپان کو اتنا لابھ ہوا ہے۔ چین میں کچھ اثر نظر نہیں آتا۔ کنفیوشس
کے ایک اپدیش سے چینیوں نے ماں باپ سے پریم کرنا سیکھا ہے

لیکن اسی کے اُس اُپدیش کے اثر نے جاپان میں دوسری طرح اثر پذیر ہوکر
ان کو راج بھگتی بنا دیا ہے۔ جاپانیوں کو اپنے راجہ سے کتنا پریم
ہوتا ہے؟ اس کا بیان کرنے کے لئے یہی سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے
اشٹ دیو پر جتنا پریم اور بھگتی رکھتے ہیں۔ جاپانی لوگ اپنے
راجہ پر اس سے کچھ کم نہیں رکھتے۔

اپنے دیش بھگت لوگوں سے پریم رکھنے کی ایک اعلیٰ مثال
بھی جاپان کی تاریخ میں اس کے کارنمایاں کو آج تک اُجل کر
رہی ہے۔ جاپان کے اتہاس میں

نیچ جین نامی ایک مشہور آدمی ہوا ہے۔ لوگ اس کو بہت محبت
کرتے تھے۔ لیکن اس کی اتنی مانتا اور عزت ہوتے دیکھ کر کچھ حاسد
اور دشٹ آدمیوں نے اس کے برخلاف منصوبہ رچنا چاہا۔ دشٹ
اور پاپی آدمیوں کی کمی کہیں نہیں ہے۔ نیچ آدمی دوسرے کی لیاقت
کا رشک کر کے خود اپنے چلن کو ان کی طرح اعلیٰ بنانے کی بجائے
دوسرے نیک اور اعلیٰ آدمیوں کو بُرا ظاہر کر کے ان کو اپنے جیسا
بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح سے نیچ جین کے بھی بہت
سے دشمن پیدا ہو گئے۔ انہوں نے اپنی نیچتا سے اس کو راجہ
سے جلاوطنی کا حکم دلوا دیا۔ لیکن اتنا کرنے پر بھی وہ بس نہ ہوئے
بلکہ اس کے قبائل کو مروا ڈالنے کی کوشش کی۔ چنانچہ نیچ
جین کے ایک چھوٹے لڑکے کو گنیخے نامی اس کے ایک
وفادار نوکر نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رکھ کر ایک پاٹھ شالا
میں اس کی تعلیم کا پربندھ کر رکھا تھا۔ گنیخے اس سکول میں
معلم تھا [illegible] گنیخے کے پاس [illegible]

ایک حکم پہنچا - کہ فلاں دن فلاں وقت اس لڑکے کو پاٹھ شالا
میں حاضر رکھا جاوے - گنیجے یعنی جین کا بڑا بھگت تھا - اس کو
اس شانت اور تیج وان لڑکے کی جان بچانے کی بڑی فکر
ہوئی - اور سوچنے لگا - کہ اس لڑکے کے برابر کے کسی لڑکے
کو اس کی بجائے حکام کے سپرد کروں - اس کے خیال میں جتنے
لڑکے تھے اُس نے سب پر ایک ایک کر کے نظر دوڑائی - مگر یعنی
جین کے لڑکے کی مانند تیجسوی لڑکا اس کی نظر میں نہ جچا
اس پر اس کا دل نہایت دکھی ہوا - یعنی جین کے لڑکے کو حکام
کے حوالے کر کے بے فکر ہو بیٹھے کا ظالمانہ خیال ایک لمحہ بھر کے لئے
بھی اس کے دل میں نہ آتا تھا - اس خوفناک نظارے کا خیال
کرنے سے اس کا روم روم کانپ اٹھتا تھا - اس کے دل کی حالت
بیان نہیں ہو سکتی - وہ اپنا سب جان و مال اس پر قربان
کر کے بھی اس لڑکے کی جان بچانے کو تیار تھا - اس کے دل
کو صرف یہی ایک فکر لگ رہا تھا - کہ خواہ اس کا سب مال و
جان چلا جاوے - لیکن اس کے سوامی پُتر کا بال بیکا نہ ہو
پرماتما ہمیشہ اپنے بھگتوں کے مصائب دور کیا کرتا ہے - اس کو
پورن وشواس تھا - کہ پرماتما ضرور اس کی سہائتا کرے گا - وہ
انہیں خیالات میں محو تھا - کہ اچانک ایک بڑے گھرانے کی
عورت اپنے لڑکے کو پاٹھ شالا میں لے کر آئی - یہ لڑکا رنگ
روپ - ڈیل - ڈول اور عمر اور تیج میں ٹھیک یعنی جین کے
لڑکے سے ملتا جلتا تھا - گنیجے نے ایک منٹ بھی اس بات کی
وچار نہ کی - کہ اتنے بڑے گھرانہ کی استری خود اپنے لڑکے کو پاٹھ

شالا میں لے کر کیوں آئی ہے ۔ اس نے ایشور کا دھنیباد کیا اور
مقررہ وقت پر جب پنچ جین کے لڑکے کو پہچاننے کے لئے سرکاری
آدمی آئے ۔ تو اس وقت گنیجے کی چھاتی دھڑکنے لگی ۔ اس نے
پنچ جین کا لڑکا کہ کر اس نئے لڑکے کو آگے کر دیا ۔ اور اپنے ہاتھ میں
تلوار کا دستہ بھی سنبھال لیا ۔ کہ اگر میرا یہ بھید کھل گیا ۔ تو حاکم کی
جان لونگا ۔ یا اپنی جان دونگا ۔ گنیجے اور سب باتوں سے بالکل
لاعلم تھا ۔ وہ اپنے آپ کو ہی سوامی بھگت سمجھ رہا تھا ۔ اور اس کو
یہ یقین تھا ۔ کہ دنیا میں اکیلا میں ہی پنچ جین کے لڑکے کی رکشا
کرنے والا ہوں ۔ لیکن پرماتما کی لیلا وچتر ہے ۔ اس کی کرپا سے
آدمی ہاتھ پر لٹکتی تلوار سے بھی بچ سکتا ہے ۔ اسوقت گنیجے سے
بھی بڑھکر اس لڑکے کا ایک اور خیر خواہ وہیں پر موجود تھا ۔ اور
وہ وہی راجہ کا آدمی تھا ۔ جو جلاد بن کر پنچ جین کے لڑکے کو
قتل کرنے کے لئے مقرر ہو کر آیا تھا ۔ جو لڑکا اس سے پہلے
پاٹھ شالا میں لایا گیا تھا ۔ وہ اسی حاکم کا بیٹا تھا ۔ اور اسی نے
پنچ جین کے لڑکے کی رکشا کے لئے اپنے لڑکے کی طرف شانتی
سے نگاہ ڈال کر اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے اسی کو پنچ جین
کا لڑکا کہ کر اپنے ساتھیوں کو یقین دلایا ۔ کہ واقعی یہی پنچ جین
کا لڑکا ہے ۔ آگے اس لڑکے کا کیا حال ہوا ۔ اس کے بیان
کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مگر پاٹھکوں سے اتنا عرض کرنا
ضروری خیال کرتے ہیں ۔ کہ اس لڑکے کا نانا پنچ جین کا بڑا
متر تھا ۔ اور اس کے پتا کو پنچ جین کے دشمنوں کے کان یہ
صورت اختیار کرنی پڑی [illegible]

بڑی دیاکل ہو کر راہ تک رہی تھی۔ اپنے لڑکے کے کھوئے جانے
کی راہ نہیں۔ بلکہ اپنے خاوند کے منہ سے یہ خبر سننے کے لئے کہ
بچ جین کے پتر کی رکھشا ہوگئی۔ اور اس کے بدلے اس کا اپنا
بیٹا بلیدان ہوا یا نہیں۔ گھر واپس آکر سب ماجرا اس حاکم
نے اپنی استری کو سنایا۔ اس کا چہرہ نہایت بشاش تھا۔ اس
نے بڑے فخر سے کہا۔ کہ بچ جین کے پتر کی رکھشا ہو گئی اپنے پتر
کی قربانی اپنے ہی ہاتھ سے کر کے پراوپکار کرنے والے جاپانی
بہادر کا حوصلہ قابل تقلید ہے۔ جہاں کے راستی پسند لوگوں کے
ایسے خیالات ہوں۔ وہاں جو کچھ بھی ہو تھوڑا ہے۔

یہ کیسا دردناک نظارہ ہے۔ جو اس کہانی سے ظاہر ہوتا ہے
دوسرے کے پتر کو بچانے کے لئے اپنی سنتان پر تلوار چلانا کتنی
مردانگی کا کام ہے۔ کیا بہیر پرش۔ راست پسند۔ آقا پرست۔ اور
فرض شناس آدمی کے علاوہ ایسا جہاں کا کام کسی اور سے ہو سکتا
ہے۔ نہیں! نہیں!! ہرگز نہیں!!! یہی سچی محبت کا اظہار ہے۔
یہی پراوپکار کے لئے اپنے پتر کا قتل اپنے ہاتھوں کرنے والے کی
زندگی کو اُجل کرتا ہوا اس کے سوارتھ تیاگ اور پراوپکار کی مثال
قائم کرنے کی مکمل نظیر ہے۔ ایسے ہی لوگ ایشور کے سچے بھگت کہلانے
کے مستحق ہیں۔

بھارت ورش میں بھی ایسے لوگوں کی کچھ کمی نہ تھی پُرانی تاریخوں
کے دیکھنے سے بہت سی مثالیں اس قسم کی ملتی ہیں۔ دور کی بات
چھوڑ کر دیکھو۔ سیواجی کو اورنگ زیب کے جیل خانہ سے نکالنے
کے ماہیر و جی فرزند مرنے خود بھی جان جوکھوں میں ڈالی منظور کی تھی

شریمان نارائن راؤ پیشوا کے قتل ہونے سے پہلے چاناجی نے بھی اپنے پران ارپن کئے تھے۔

مغربی ممالک میں اپنے دوست کے لڑکے کی جان بچانے کے لئے اپنے لڑکے کو قربان کرنے کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ وہاں کی سماجی اور گرہستی ریتی اور نیتی ہی اور قسم کی ہے۔ جاپانی گرہست آشرم مغربی ممالک سے بالکل نرالا ہے۔

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ جاپانی لوگ اپنے والدین کی نسبت راجہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ وہاں سب سے بڑھ کر راجہ کا پریم ہی مانا جاتا ہے۔ سانیو کی تاریخ میں لکھا ہے کہ کسی وجہ سے سنگے موری کا باپ راجہ کے خلاف ہو گیا تھا۔ اس وقت سنگے موری بڑی سوچ میں پڑ گیا۔ کہ مجھے کس کی طرفداری کرنی چاہیئے۔ اگر باپ کی طرفداری کرتا ہوں۔ تو راج دروہی کے پاپ کا بھاگی ہوتا ہوں۔ اور اگر راجہ کی طرف ہوتا ہوں۔ تو پتا دروہی کی دُوشنا لگتی ہے۔ یہ وچار کرتے کرتے اسے بڑا ہی شوک ہوا۔ اور ایشور سے پرارتھنا کرنے لگا۔ کہ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ آخر اس نے کہا۔ کہ راج دروہ سب سے بُرا ہے۔ اس لئے مجھے راجہ کی ہی طرفداری کرنی چاہیئے۔ یہ وچار کر راجہ کے پریم میں لگن ہو۔ اس نے اپنے باپ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے راجہ کی ہی طرفداری کی۔ جاپان میں محبت اور فرض میں سے فرض کو ہی اُتم مانا جاتا ہے۔ وہاں کے جوان مردوں میں راج دروہ کرنے کی ایک بھی مثال نہیں پائی جاتی جاپانی لوگ پریم وش ہو کر اپنے فرض کو نہیں بھولتے۔ وہاں

پریمی آدمی کی نسبت فرض شناس آدمی کی زیادہ عزت اور توقیر کی جاتی ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنے فرض پورا کرنے میں اپنے ماں باپ بھائی بند اور رشتہ دار وغیرہ کے برخلاف بھی کوئی کام کرے۔ تو وہ لوگ بُرا نہیں مانتے۔ بلکہ اس کی داد دیتے ہیں۔ جاپان کی استری اپنے راجہ کے لئے تن۔ من۔ دھن اپن کرنے کا اپدیش اپنے بچوں کو دیتی ہے۔ جاپان کی تاریخ میں ایسی بےشمار مثالیں ہیں۔ جن میں جاپانی استریوں نے اپنے راجہ کے لئے اپنی سنتان کا پریم چھوڑ ان کی قربانیاں دیں۔

جس طرح جاپان کا راجہ اپنی پرجا کا پتروں کی طرح پالن کرتا ہے۔ اسے اولاد کی طرح پیار کرتا ہے۔ دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح وہاں کی پرجا اپنے راجہ کے لئے اپنا سر بھی اور جان ارپن کرنے کو تیار رہتی ہیں۔ اگر ایسے راجہ کو ایشور کے برابر مانا جاوے۔ اور اس کی بانی کو دیوتوں کی بانی سمجھا جاوے تو اس میں آشچریہ ہی کیا ہے۔ مغربی ممالک میں ایسے راجا پرجا کے پریم کی صرف بے قدری ہی نہیں کی جاتی۔ بلکہ ایک قسم کی مورکھتا اور ظلم خیال کیا جاتا ہے۔

جاپان کا راجہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جس طرح رعایا کا فرض راجہ کا حکم ماننا ہے۔ اسی طرح راجہ کا فرض پرجا کا پالن کرنا ہے۔ جاپان کے راجہ اور سرداروں کا یہ خیال نہیں ہے۔ کہ پرجا ہماری آدھین ہے اور ایسے ہی ہمارے ظلم سہنا ان کا کام ہے۔ یا ہم پرجا پر ظلم کرسکتے ہیں۔ جاپان میں ایسا خیال نہ ہی پہلے کبھی تھا۔ اور نہ ہی اب ہے۔ جاپانی راجہ کا وشواش ہے کہ ہم کو ایشور نے ہماری

ماتحت رعایا کی رکشا ہی کے لئے راج گدی دی ہے۔اس لئے ہمارا فرض ہے پرجا کا بہتر دست پالن کرنا اور ہر طرح ان کو آرام پہنچانا اور وقت ضرورت ان کی سہایتا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہاں کی رعایا راجہ کو ایشور کے برابر مانتی ہے۔

راجہ کا نام اُسی کو شوبھا دیگا۔ اور وہی راجہ راجہ کہلانے کا حقدار ہے۔ جو ایک نظر اپنی تمام پرجا کو دیکھتا۔ اور ان سے ایک سا سلوک کرتا ہے۔ طاقتور اور بلوان ہونے کے کارن راجہ اپنی رعایا پر ظلم بھی کر سکتا ہے۔ رعایا کی مرضی کے برخلاف راج پاٹ کا انتظام بھی کر سکتا ہے۔ لیکن راجہ اور پرجا میں بغض ہونا دونوں کے لئے اچھا نہیں ہے۔ راجہ وہی دیالو کہلاتا ہے۔ جو رعایا کی ضرورتوں کا خیال کر کے سچے دل سے اس کی بھلائی چاہنے والا ہو۔ ایسا ہونے پر اس کا راج اچل اور پرجا کو ہمیشہ سکھ رہتا ہے۔ بے بس ہو کر راج آگیا کا پالن کرنا اور راج ڈنڈ کے خوف سے اس پر چلنا پریم نہیں کہلا سکتا راجہ اگر اپنے کسی ذاتی فائدہ کے لئے پرجا سے پریم اور محبت کا اظہار کرے تو کبھی نہ کبھی بھید کھل جاتا ہے: اور اس کا نتیجہ برعکس نکلتا ہے۔ جاپان میں پرجا کے سکھ کو ہی راجہ اپنا سکھ سمجھتا ہے۔ انگلینڈ کے مشہور مصنف برگ نے کہا ہے۔ کہ پہلے جاپانی لوگ انگلینڈ کے راجہ کو پٹ چوں کا راجہ کہا کرتے تھے۔ کیونکہ انگلینڈ کے لوگ اپنے راجہ کے برخلاف بلوا کیا کرتے تھے۔ اس کو تخت سے اُتار دیتے تھے۔ اور سُولی پر چڑھا دینے سے بھی نہ چوکتے تھے۔ اسی طرح فرانس کے راجہ کو وہ گدھوں کا راجہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس نے اپنی پرجا پر غیر معمولی دباؤ ڈال رکھا ہے۔ یورپین سلطنتوں میں سے صرف سپین

کے بادشاہ کو وہ آدمیوں کا بادشاہ کہتے تے۔ کیونکہ سپین کی
رعایا بڑے آنند سے اپنے بادشاہ کا حکم مانتی تھی۔ یہ ایک پرانی
بات ہے۔ ارسطو کہتا ہے۔ کہ پہلے راج ویوستھا ٹھہرائی گئی۔
فرائض رعایا اس کے بعد نے۔ اسی طرح راج ویوستھا کے ٹھہرائے
ہوئے یا اس راج ویوستھا کے چلانے والی ریتی سے چلائے ہوئے
نیم پرجا کو پالن کرنے چاہئیں۔ جس راج ویوستھا سے پرجا کو
سکھ رہتا ہے۔ اس کا پالن نہ کرنا کیسے مناسب ہوگا۔ جاپانیوں
میں اس طرح کے خیالات کچھ نئے نہیں ہیں۔ بلکہ وہاں قدیم سے
ہی راج بھگتی اور ایسے ہی رعایا پروری چلی آتی ہے۔ جس دیش میں
راجہ پرجا کے ایسے تعلقات ہوں۔ وہاں کیسا آنند ہوتا ہوگا۔ تمام
جاپانی بچوں کو بچپن سے ہی راجہ اور اپنے بھائیوں کی رکھشا کیلئے
ہتھیاروں کا استعمال اچھی طرح سکھلایا جاتا ہے۔ اُن کا خیال ہے
کہ جس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اسی کے ہاتھ میں طاقت۔ جاپان
میں پانچ برس کے لڑکے کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تلوار دکھائی
پڑتی ہے۔ جب جاپانی بچہ سات برس کا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی تلوار
کی دھار کو پرکھنے لگتا ہے۔ کمر میں تلوار لٹکائے بغیر کبھی باہر نہیں
نکلتا۔ جب جاپانی پندرہ برس کا ہوتا ہے۔ تب اس کی تلوار پر دھار
رکھی جاتی ہے۔ اس سے پہلے تلوار کی دھار موٹی ہی رہتی ہے۔ مگر
پندرہ برس کا ہونے پر کاٹنے والی تلوار کمر میں ڈال اور سپاہیانہ
وردی پہن جب وہ سینہ ابھار کر باہر نکلتا ہے۔ تو ہر ایک جاپانی
[illegible] کیونکہ وہ جانتا ہے کہ [illegible]
[illegible] جیسے کہ ٹھنڈی چھاؤں میں دلشِ ماسی

شانتی سے سکھہ کی نیند سوئیں گے - اور وہ ہر ایک قسم کے مصائب کے وقت اپنے راجیہ اور ویش بھائیوں کی حفاظت کریگا - ایک تلوار ٹوٹ جانے کے خیال سے جاپانی دو دو تلواریں باندھنے لگتے ہیں - ضرورت اور مصیبت پڑنے پر تمام جاپانی اپنے راجہ کی مدد کرتے ہیں - جاپانی لوگ اپنی بیٹھکوں میں تلوار کو دیوتاؤں کے برابر رکھتے ہیں - اور سوتے وقت اس کو اپنے سرہانے رکھہ کر سوتے ہیں - پرانی تلواریں نہایت عزت سے رکھی جاتی ہیں - اگر کوئی کسی کی تلوار کی نند اکر سے تو اس میں وہ آدمی اپنی ہی نند اسمجھتا ہے -

جاپانی نوجوان اپنی سب چیزوں سے تلوار کو زیادہ عزت کے ساتھہ ہر روز ایک دفعہ کھول کر اس کا درشن کرتا ہے - اور اس کو آئینہ کی مانند صاف رکھتا ہے - جس کی تلوار تھوڑی بھی میلی ہوتی ہے - وہ آدمی نکما سمجھا جاتا ہے - ہر وقت پاس رکھنے سے جاپانی لوگوں کا تلوار سے اتی پریم ہو جاتا ہے - ہر ایک جاپانی اپنے ہتھیار پر فخر کرتا ہے - جاپان کی طرح بھارت ورش اور دوسرے تمام مشرقی ممالک میں بھی کسی وقت تلوار کی اس سے زیادہ پرستش کی جاتی تھی - چنانچہ بعض حصوں میں اب بھی نوزائیدہ بچے کے سرہانے تلوار یا کم از کم چھُری رکھی جاتی ہے شادی وغیرہ میں بھی دُولہا تلوار باندھتا ہے - کہیں کہیں دولہا کے ہاتھہ میں چاقو دے دیا جاتا ہے - یہ اسی اصول کا اختصار ہے قدیم زمانہ سے ہندی تلوار بڑی مشہور چلی آئی ہے - اور یہاں ارجن کرن - پرتاب - سانگا جیسے تلوار کے بڑے بڑے دھنی ہو گذرے ہیں - چنانچہ مہاراج شیواجی کی "بھوانی" نامی تلوار اس وقت بھی

انگلینڈ میں موجود ہے۔ اور یہ وہی لاثانی تلوار ہے جس کی پراکرمی سیواجی پوجا کیا کرتے تھے۔ مہاراج سیواجی کا سدہانت تھا۔ کہ ہتھیاروں کا استعمال ہر روز نہیں ہوتا۔ بدھی مان اور دلیر آدمی سے ہتھیاروں کا کبھی ناجائز استعمال نہیں ہو سکتا پراکرمی آدمی کا ہتھیار کمزور دشمن پر کبھی نہیں چلتا۔ مشرق تو شروع سے تلوار کا دلدادہ رہا ہے۔ گو آج اہل مغرب اپنی نئی نئی جنگی ایجادوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہ سمجھتے ہوں۔

سوسائٹی

جس طرح وبا یا ایسی ہی متعدی بیماریاں چھوت سے ملک میں پھیل کر نہایت ہی زہریلے نتائج پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح نیچ آلسی اور بُرے خیالات کے لوگوں کے ملاپ سے دیش بھر میں یہ برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جسم کے کسی ایک حصہ میں اگر کوئی خرابی پیدا ہو جاوے تو اس کا اثر صرف اُسی حصہ جسم پر ہی نہیں پڑتا۔ بلکہ سارا شریر اس سے دکھی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک اعضا کی خرابی کے اثر سے کبھی کبھی سارے جسم کا ہی ناش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے دیش میں ایک حصہ یا ایک قوم کی بے قاعدگی سے سارا ملک اس برائی کی وجہ سے خراب ہو سکتا ہے۔ ایک بڑا آدمی بہت سے ساوھارن منشوں پر اپنا برا اثر ڈال سکتا ہے۔ بھارت باسیوں میں عیش پرستی وغیرہ بہت سی برائیاں آگئی ہیں۔ جس طرح برے آدمیوں کی صحبت سے ملک میں برائیاں پھیلتی ہیں۔ اسی طرح اچھے آدمیوں کا اثر کچھ کم نہیں پڑتا۔ جاپانی یودھاؤں کے اُٹھتے ہوئے اُتساہ اور جوش کا اثر وہاں کے عوام الناس پر ایسا پڑا۔ کہ ہر ایک آدمی اپنے تئیں دیش رکھشک سمجھنے لگا۔

جاپان کی اس اُنتی کے اور کارنوں میں سے وہاں کے جوانمردوں کی تعلیم سب سے بڑا کارن ہے گو ان محب الوطنوں کی تعداد شروع میں زیادہ نہ تھی۔ لیکن اُن کی ایثار نفسی نے وہاں کے رہنے والوں کو مست کر دیا۔ اور ہوتے ہوتے ہر ایک آدمی ان کی پیروی کرنے

کو تیار ہو گیا۔

تھیٹر۔ لیکچر۔ مندر۔ تیوہار۔ میلے۔ تماشے۔ کتابوں اور متر منڈلی کے جلسوں کا اکثر دیش باسیوں کے دل اور جیون پر بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ ان کے بھلے اور بُرے ہونے سے طبیعت کا رجحان اسی طرف ہو جاتا ہے۔ من میں برائی پیدا کرنے والے نظاروں کو دیکھنا اور جھوٹے سچے قصے کہانیوں کا پڑھنا اور اصول سے گری ہوئی کتابوں کا مطالعہ۔ بُرے خیالات والے لوگوں کی منڈلی میں بیٹھنا وغیرہ آدمی کے دل کو کمزور کر کے اس کو برائی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اسی طرح اچھے اچھے لیکچروں کا سننا۔ نیک ہدایت دینے والی کتابوں کا پڑھنا اور اعلےٰ چلن والے لوگوں کے پاس بیٹھنا آدمی کے ہردیہ کو اُتم بنا کر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے۔

جاپانی کسان جب دن بھر محنت کر کے رات کو گھر واپس آتا ہے اور اپنے کنبے اور بال بچوں کے ساتھ انگیٹھی کے پاس تاپنے کے لئے بیٹھتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے بچوں کو دیش کے اُدھار کے لئے دیش بھگتی کا اُپدیش دیتا ہے۔ بہت سا وقت دیش بھگتوں کے کارناموں کے تذکرہ میں گذارا جاتا ہے۔ وہاں کے کسان بھی دیش ہت کے کاموں سے الگ نہیں رہتے۔ شام کو جب سب آدمی اپنے کام دھندوں سے چھٹی پاتے ہیں۔ تو دیش چرچا ہی وہاں کی گپ شپوں کا سب سے بڑا وشے ہوتا ہے۔ وہاں ایسا شاید ہی کوئی آدمی نکلیگا جسے اپنے دیش کے حالات سے پوری واقفیت نہ ہو۔ گھر کی عورتیں بھی فرصت کے وقت یہی باتیں کیا کرتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی توتلی زبان سے بھی لڑائی کے زمانہ میں رُوس کا ذکر ہی سنائی

دیتا تھا۔ بچہ رات دن جو کچھ سنتا ہے۔ وہی کہنے لگتا ہے۔ جو کچھ دیکھتا ہے۔ اسی کا خیال کرنے لگتا ہے۔ کتابی تعلیم تو پیچھے کی بات ہے بچے کی پہلی تعلیم اس کے سامنے کے نظاروں اور باتوں سے ہوتی ہے۔ جب جنم سے ہی دیش بھگتی کا ذکر سنائی پڑتا ہے۔ تب بڑے ہونے پر ان کے جو خیالات ہونگے۔ وہ آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ جاپانی ودیارتھی فخر کا نمونہ ہوتے ہیں۔ آجکل جاپان میں جو جسمانی۔ ملکی۔ اخلاقی ترقی ہوئی ہے۔ اس کا سبب جاپانی بچوں کو شروع سے ہی اُتم تعلیم ملنا ہے۔ جاپانی خواہ کوئی کام کرنے والا ہو۔ کسان ہو۔ یا راجہ کا ملازم استاد ہو یا کاریگر ہر ایک کے دل میں دیش بھگتی۔ قومی ابھیمان بزرگوں کے کارنامے اور اپنا فرض مکمل طور پر یاد رہیگا۔

دیش بھگت۔ مہاں پرش اپنا ایک معیار قائم کر لیتے ہیں۔ اور اُسی کے مطابق مرنے تک کام کے میدان میں چلتے رہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہی راشٹر کی اُنتی ہوتی ہے۔ اس کے سوائے وہاں کے آدمیوں کو فٹنوں میں بیٹھنے اور اعلےٰ اعلےٰ پوشاک پہننے اور اپنے نوکر چاکروں پر حکومت جتا کر بڑائی ظاہر کرنے کا خیال نہیں ہوتا۔ وہاں کے لوگ تو امتحان کے متلاشی ہیں۔ قوم کے خادم بنکر جاتی کے لئے روحانی قربانی کر کے اپنا نام پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں

میتھیو آرنالڈ نے دھرم کی تعریف اس طرح کی ہے۔ من کے وکاروں کو روک کر آدمی کو نیک مارگ پر لانے والا جو رستہ ہے۔ اسی کا نام دھرم ہے۔ الغرض تعریف ہی دھرم کی

اصلی تعریف سمجھی جاوے۔ تو جاپانی کماروں کو جو تعلیم ملتی ہے
وہی سچا دھرم کہنے کے لائق ہے۔ اپنی جان کی محبت چھوڑ کر
اپنے آتم سموارتھ کے سر میں لات مار آپس میں دوئی کے
خیال کو مٹا کر جاپانی لوگ کیول اپنے دیش کی بھلائی کرنے
کے لئے ہر طرح سے تیار رہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون
دھرم کا کام ہو سکتا ہے

جاپانی نوجوان ودیارتھیوں میں اگر کوئی ودیارتھی کم عقل والا
بھی ہو۔ تو اس کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی۔ لیکن اس کے راست
پسند ہونے کی طرف گہری نظر رکھی جاتی ہے۔ اگر کوئی ودیارتھی
بڑا بدھی مان ہو۔ اور تعلیم حاصل کرنے میں پورن ہو جاوے
لیکن پالٹیشن (ملکی امور پر غور کرنے والا) نہ ہو تو اس کی
ودیا ابھیاس اور بدھی کو تین کوڑی کا سمجھا جاتا ہے۔ جاپانی
اُستاد اپنے شاگردوں کو اس خیال سے نہیں پڑھاتے
کہ وہ بڑے ہو کر کچھ پڑھ لکھ کر کلرک (منشی) ہو جاویں
یا ایسے ہی کسی اور طریقہ سے اپنی روزی کما کر ملک کی آبادی
میں اپنی گنتی کرا کر آخر کار حیوانوں کی طرح بے فائدہ مر جاویں
بلکہ دیش کا سُدھاران کی نظروں میں سب سے اول رہتا ہے
شاگردوں میں اس کے برخلاف اگر کچھ بھی دکھلائی پڑے۔ تو سب
سے پہلے وہ اُس نقص کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں
جاتی سیوا کر کے اپنا پیٹ پالنا جاپانیوں کی خواہش رہتی ہے
ہر ایک آدمی کے دل میں کچھ نہ کچھ انتی کی ابھلاشا رہتی ہے
اور اس سے وہ اپنا نام پیدا کرنے اور دیش اپکار کی خواہش

رکھتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ کہ جاپان میں وددان کی پرتشٹا نہ ہوتی ہو۔ لیکن کسی وددان کی وہاں کوئی عزت اور مان نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ پراوپکاری اور دیش سیوک نہ ہو۔

جاپان کی ترقی کا راز

علاوہ اور وجوہات کے جاپان کی ترقی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے۔ کہ راجا اور پرجا کا ایک ہی اودیش اور ایک ہی سدھانت ہے ۱۸۹۰ء میں جاپان کے راجہ نے جاپانی زبان میں ایک سرکار جاری کیا جس کے اوپر دو تصویریں تھیں۔ اس کو دیواروں پر چسپاں کرایا گیا۔ اور اس کا مدعا ودیارتھیوں کے دلوں پر نقش کرنے کی بڑی کوشش کی گئی۔ سرکلر حسب ذیل ہے

"بڑی کوشش سے ودیا ابھیاس کرو۔ اور صنعت کی طرف اپنا پورا دھیان لگاؤ۔ اپنی ملکی اور جسمانی تعلیم کو سیکھو۔ اس کے علاوہ دیش کی کلیان کی طرف سے دھیان نہ ہٹاؤ۔ ہمیشہ ملک کے قانون اور انتظام پر چلو۔ ضرورت پڑنے پر بہادروں کی طرح ملکی خدمت کے لئے اپنی زندگی قربان کر دینے کو تیار رہو۔ اور ہمیشہ اپنے راج کو اٹل بنانے اور راجہ کے جان و مال کی حفاظت کے لئے تن من دھن سے امداد کرو۔"

اشٹ ویو کے منتر کی طرح جاپانی طالب علم اس کلیان کاری اور نجات دینے والے راجہ کے اپدیش کو دل پر نقش کر کے اسی کے مطابق چلتے ہیں۔ آپس میں پیار سے رہنا فرض کا پورا کرنا۔ راجہ کا حکم ماننا دیش سیوا اور قومی فخر۔ دکھیوں پر دیا۔ اُتساہ۔ روحانی گیان کی تلاش۔ حق پسندی وغیرہ صفات جاپان کے بچوں کے دلوں میں ان کے ماں باپ اور استاد اچھی طرح سے نقش کر دیتے ہیں جس

ملک میں ودیارتھیوں کو اس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور آزادی کا بیج ان کے دل میں بو کر راجہ کی سچی خواہش اور اتساہ دینے والی بانی سے پریم پورو ک سینچا جاتا ہے۔ اس دیش کی اولاد اگر روس جیسے طاقتور دشمن کو گرا کر اس کے جوڑ جوڑ الگ کر دے۔ تو کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔

طاقت اور چیز ہے اور ساہس اور چیز۔ روس کے بُرے انتظام سے وہاں کی رعایا کا حوصلہ چکنا چور ہو گیا ہے۔ اور ظلم سہتے سہتے ساہس نشٹ ہو گیا ہے۔ ایسی قوم کے یودہا میدان جنگ میں جا کر جاپان جیسے آزاد ملک کے بہادروں کے سامنے کب ٹھہر سکتے ہیں جن کے دلوں میں دیش بھگتی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور راجہ کی محبت جن کے روم روم میں گھس رہی ہے۔

پورٹ آرتھر کے قلعہ میں جس وقت جاپانیوں نے روسی فوج کو گھیر کر ان کو دس ماہ تک اسی میں بند رکھا تھا۔ اس وقت ان کی بہت بُری حالت ہو گئی تھی ان کو چھڑانے کے لئے روس سے بڑی بڑی فوجیں آئیں۔ مگر نہ چھڑا سکیں۔ اس وقت قلعے میں ۱۰۰۰۰ بیمار اور زخمی روسی تھے۔ ان میں روزانہ ۹۹ و ۹۹ ڈیڑھ ڈیڑھ سو مرتے رہے۔ کپڑوں کی عدم موجودگی سے جہازوں کے بال چھپا کر زخمی آدمیوں کے لئے پٹیاں بنائی جاتی تھیں۔ سامان رسد بھی ختم ہو گیا تھا۔ آخر کار انہوں نے توپ کھینچنے کے لئے ایک ہزار گھوڑے رکھ کر باقی سب مار کر کھا لئے۔ کتنا دردناک نظارہ ہے۔ اس وقت ہم لڑائی کے حالات نہیں لکھ رہے۔ اسلئے اس کو یہاں ہی چھوڑتے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ نکالنا ضروری معلوم

ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جاپانیوں نے پورٹ آرتھر لے لیا۔ اور ۵۹ قلعے ۵۴ بڑی ۱۴۹ اور درمیانی اور ۱۴۳ چھوٹی توپیں ۳۵۰۰۰ بندوقیں ۸۲۰۰۰ گولیاں ۲۲۵۰۰۰۰۰ کارتوس تقریباً ۱۸۰ من بارود اور ۶۰ تارپیڈو وغیرہ انکے ہاتھ لگے۔

جاپان نے لڑائی کے وقت بہت سے موقعوں پر روس کے اچھی طرح دانت کھٹے کئے۔ جس طرح ہمارے ملک میں کھتری اور راجپوتوں کی جنگ پیشہ قومیں ہیں۔ اسی طرح جاپان میں بھی سامرائی نام کی ایک قوم ہے۔ جاپان کے بحری کمانڈر انچیف ایڈمیرل ٹوگو کا اسی قوم میں جنم ہوا تھا۔ بچپن سے ہی تکلیف برداشت کرنے والا حوصلہ مند بہادر اور دلیر تھا۔ روس اور جاپان کی لڑائی میں جاپان کی فتح کی عزت کا بہت بڑا حصہ ایڈمیرل ٹوگو ہی کو ہے۔ ۱۸۹۴ء میں جب چین اور جاپان کی لڑائی ہوئی تھی۔ تو اس میں پہلا ہاتھ ٹوگو نے ہی دکھلایا تھا۔ وہ نانیوا نامی ایک جنگی جہاز کا کپتان تھا۔ اس کا جہاز بحیرہ چین میں پھرتا پھرتا "کوانگسی" نامی ایک چینی جہاز کے پاس پہنچا یہ انگلینڈ کا ایک تجارتی جہاز تھا۔ گورنمنٹ چین نے اس کو کرایہ پر لیکر لشکر لانے اور لے جانے کے کام پر لگا رکھا تھا۔ جس وقت "کوانگسی" ٹوگو کے "نانیوا" جہاز کے پاس پہنچا۔ ٹوگو نے جہازی جھنڈے سے اس کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ اور ایک آدمی کی زبانی کہلا بھیجا کہ تم ہمارے پیچھے پیچھے چپ چاپ جاپان چلے چلو۔ ٹوگو کے حکم کے بموجب انگریزی افسر تیار ہوگئے۔ لیکن چینی فوج کے افسر کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے انگریزی افسر کو ڈانٹکر [illegible] چپ چاپ [illegible] کر دیا

ٹوگو نے پھر کہلا بھیجا۔ کہ اس کا نتیجہ خوفناک ہوگا۔ لیکن اس کی بات نہ مانی گئی۔ ایڈمرل ٹوگو نے ایک دم تارپیڈو چھوڑ کر اس جہاز کو ڈبو دیا۔ چین کی لڑائی اس طرح ٹوگو سے ہی شروع ہوئی تھی۔ چین کی لڑائی میں اس کے بعد ٹوگو کا نام نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں ٹوگو ایک معمولی افسر تھا۔ لیکن روس جاپان کی لڑائی میں ٹوگو کا نام سارے جہان میں مشہور ہو گیا ہے جس وقت جاپان کا آخری خریطہ روس کے پاس گیا۔ جاپانی گورنمنٹ نے اسی وقت ٹوگو کو دھاوا کے لئے تیار رہنے کا حکم دیدیا۔ لڑائی کا حکم ہوتے ہی ایڈمرل ٹوگو ہی نہیں۔ ہر ایک فوج کے بڑے سے بڑے افسر سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے سپاہی اور قلی تک نے بہت اچھی طرح جاپان کی بیرتا دکھلائی۔

کسی ملک یا قوم کو اپنی اُنتی کا اوپائے سوچنے سے پہلے اپنے تنزل کے اسباب پر غور کرنا چاہیئے۔ پاٹھک اچھی طرح سمجھ سکیں گے کہ جو کارن جاپان کی ترقی کے ہیں۔ اُنہی سے بھارت ورش بھی ترقی کر سکتا ہے۔ جس ملک کے لوگ اپنے فرض کو نہیں سمجھتے اپنی زندگی کے بارہ میں کچھ دھیان نہیں دیتے۔ اور اسیطرح کبھی اپنے تنزل کے اسباب اور ترقی کا علاج نہیں سوچتے۔ ان کو اپنی گری ہوئی اوستھا کے سمبھالنے میں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جہان میں سب ہی اپنی عزت۔ رعب اور قدر چاہتے ہیں۔ لیکن صرف خواہش کرنے سے ہی مطلوبہ اشیا دستیاب نہیں ہو جاتیں۔ خواہش کے ساتھ ہی اس کے واسطے کوشش۔ ہمت اور پرشارتھ کی ضرورت

[illegible]

وہی برائیاں نظر آتی ہیں۔ جاپانی لوگ محنتی ہوتے ہیں لیکن ہندوستانیوں
میں آجکل آلس گھر کر رہا ہے۔ ہندوستان میں آدمیوں کی چار جماعتیں
ہیں۔ ایک تو اتنے کنگال اور دکھی ہیں۔ کہ ان کو دیش کی حالت
سدھارنی تو ایک طرف رہی۔ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا بھی
دوبھر ہو رہا ہے۔ ایسے بدنصیب آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ ہر ایک
شہر اور گاؤں میں اگر بہ نظر غور دیکھا جاوے۔ تو ایسے آدمیوں کی
تعداد سے کلیجہ پھٹتا ہے۔ بھارت ورش کی سماجک وشا میں باہر
کے بے فائدہ اڈمبر دکھلانا بہت بڑھ گیا ہے۔ اور بہت سی
بدرواجیوں کے کارن دنیاوی اخراجات کی زیادتی سے بیرونی دکھاوٹ
کو بنائے رکھنے کے لئے آدھے بھوکے پیٹ رہ کر پیدائش سے ہی
دکھ بھوگ رہے ہیں۔ دوسری جماعت کے لوگ وہ ہیں جنکو قحط پر قحط
سہتے برسوں گذر گئے۔ آپ ذرا دیہات میں جاویں۔ اور ہندوستان
کے کسانوں کی حالت کا ملاحظہ کریں۔ حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں
کہ اچھی پیداوار ہونے پر بھی اُن کی حالت قابل رحم رہتی ہے۔ ساہوکار
لوگ جن کے قرض میں کسان سرتاپاؤں ڈوبے ہوئے ہیں کھڑے کھیت
ہی قرق کروا لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی عمر محنت کرتے کرتے گذر جاتی ہے
لیکن عورت کے پاؤں میں کانسی کا چھلا تک نظر نہیں آتا۔ انکا اثاثہ
کیول ایک مٹی کی ہانڈی اور لکڑی کی پیالی ہی رہتا ہے۔ اور جب
قحط پڑ جاتا ہے۔ تو ہزاروں مرد عورتیں حیوانوں کی طرح جنگلوں اور سڑکوں
میں مر جاتے ہیں۔ کسان لوگوں کے مویشی اس قدر مر گئے ہیں۔ اور کٹ
گئے ہیں۔ اور ابھی تک ہزاروں روزانہ کٹتے چلے جاتے ہیں جس سے
[illegible] قیمت پر بھی ملنے مشکل ہو گئے